

فَرَمَانَ نَبِيِّكَ ﷺ

عَنْ فَسِيلَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ سَأَلْتُ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقُلْتُ يَا

# رَسُولَ اللَّهِ

رواه أحمد وابن ماجه  
(مشکوٰۃ باب المغلوۃ)

تاریخ

مِنَ الْعَصَبِيَّةِ أَنْ يُحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَهُ قَالَ لَا وَلَكِنْ  
مِنَ الْعَصَبِيَّةِ أَنْ يَنْصُرَ الرَّجُلُ قَوْمَهُ عَلَى الظُّلْمِ

حضرت فسیلہ فرماتی ہیں میں نے اپنے والد محترم سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا یہ عصبیت ہے کہ ایک شخص اپنی قوم سے محبت کئے فرمایا نہیں بلکہ عصبیت ہے کہ آدمی نظر اپنی قوم کی دو

## والدین اور اولاد کے باہمی حقوق

بچوں کی مناسب نشوونما کے لیے تربیت و پرورش کی مناسب تدبیر والدین کا فرض ہے۔ ان کی جسمانی صحت کو درست رکھنے کے لیے مناسب کھیل اور تفریح کا انتظام ہونا چاہیے اور ان کو ایسے مواقع سے بچانا ضروری ہے جہاں مار پیٹ یا اعضاء کے ٹوٹنے اور انکے ضائع ہونے کا غالب گمان یا دہمی احتمال بھی موجود ہو۔

پھر جب وہ سن تمیز کو پہنچ جائیں اور تعبیر پر قادر ہو جائیں تو سب سے پہلے ان کو فصیح و بلیغ زبان کی تعلیم دی جائے تاکہ انکی زبان لکنت اور رکاوٹوں سے صاف ہو جائے۔ انھیں پاکیزہ اخلاق کا خوگر بنایا جائے اور ایسے آداب کی تعلیم دی جائے جو شرف اور سزاؤں کے لیے مناسب ہیں۔ ذلت و مہانت اور تکبر و تعالیٰ دونوں کی افراطی و تفریطی طرفوں سے بچائے رکھیں۔ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور بزرگوں کے سامنے گفتگو کے آداب و اخلاق سے ان کو آگاہ کریں۔

نصاب تعلیم میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ بچوں کو ان علوم و فنون کی تعلیم دی جائے جو ان کے لیے معاش و معاد اور دین و دنیا دونوں میں فائدہ پہنچائیں۔

جب بچے حد بلوغ تک پہنچ جائیں تو انکے دو حق والدین کے ذمہ واجب ہو جاتے ہیں ایک یہ کہ انہیں حلال طریقے سے رزق کمانے کیلئے مناسب پیشے یا مہر سکھائیں اور دوسرا حق یہ ہے کہ انکی شادی کرائیں۔

اولاد پر فرض ہے کہ وہ والدین کی خدمت کریں اور انکی تعظیم بحالانہ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں انکی صوابدیر پر عمل کریں اور کبھی انکے سامنے آف تک نہ کریں جتنی المقدور والدین کی نافرمانی سے بچنا چاہیے۔

(البدوا للباقر مترجم ۱۳۲۰ء)

## سوکھنیا قرآن کریم کا اعلان جنگ

قرآن کریم میں خلافتِ الہیہ کے قیام سے مقصد اسکے سوا کچھ نہیں کہ ایک ایسی قوت پیدا کی جائے جس سے اموال اور حکمت علم و دانش دونوں کو لوگوں میں صرف کیا جائے اور پھیلا یا جائے اب سوڈی لین دین اسکے بالکل منافی اور مناقض ہے قرآن کریم کی قائم کی ہوئی خلافت میں ربوہ سوڈی کا تعامل کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ اس کا جواز بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ نور و ظلمت کا اجتماع۔ ربوہ سوڈی سود خوراؤں کے نفوس میں ایک خاص قسم کی خباثت پیدا کر دیتا ہے جس سے یہ ایک پیسہ بھی خرچ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے اگر یہ خرچ کرتے ہیں تو انکے سامنے اَضَاعَا فَا مَضَاعَا (دو گنا چوگنا) نفع حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ علاوہ انیز سوڈی وجہ سے اقتصادیات میں جو فساد اور اخلاقِ فاضلہ کی تباہی اور بربادی اور فطرتِ انسانی میں بگاڑ اور لوگوں پر اقتصادی طور پر شیعہ و تکی پیدا ہوتی ہے یہ اس قدر ظاہر باتیں ہیں جن کے بیان کی ضرورت نہیں اسلئے قرآنِ عظیم نے سوڈ کو رتے زمین سے مٹانے کا اعلان کیا ہے اور انسانیت کو اس کے لینے اور دینے والوں کے شر و ظلم سے چھڑانے کا اعلان کیا ہے۔

سب سے پہلے موعودِ حسنہ کے فریے سڑی کا روبرو سے منع کیا ہے اگر اس سے باز نہ آئیں اور متنبہ نہ ہوں تو انکے ساتھ سخت رٹائی کا اعلان کیا ہے اور ایسے لوگوں کو سطحِ ارضی سے مٹانے کا چیلنج کیا ہے اور قرآن کریم میں اسکی اساسی تعلیم پڑے محکم طریق پر دی ہے۔ ربوہ سے منع کیا گیا ہے سوڈ خوراؤں کے خلاف اعلانِ جنگ کیا ہے لیکن پوری طرح رشد و ہدایت کے واضح ہونے کے بعد اور اسکی مقبول کو پوری طرح کھول کر بیان کر دینے کے بعد یقیناً یہ رشد و ہدایت کے منافی اور خلاف ہے اب اسکے خلاف جنگِ جبر واکراہ نہیں ہوگا بلکہ عین انصاف کا تقاضا ہوگا۔

(المام الرحمن)



کوہ پورہ

جلد ۱ مئی ۱۹۹۰ء نمبر ۸

سوزت

شیخ الحدیث علامہ محمد سرفراز خان صاحب

مدیر

ابو سار زاهد الراشدی

مدیر مسکن  
ڈاڑہ نور محمد غفاری  
روہی سندھ رسول پورہ  
سامعہ محققہ رومہ ایم۔ اے۔  
خانہ محمد سید اللہ عابد  
نفاذ محمد عارف خان پورہ

مدل اشتراک

۱۔ اردن ملک سالانہ ۱۰۰ روپے کی پورہ اور ایک  
۲۔ امریکی ممالک سالانہ پندرہ ڈالر  
۳۔ یورپی ممالک سالانہ آٹھ پونڈ  
۴۔ سعودی عرب سالانہ پچاس ریال  
۵۔ عرب امارات سالانہ پچاس درہم

خط و کتابت کا پتہ

شیخ سار الزینبیہ مرکزی جامع مسجد کوہ پورہ  
پوسٹ بکس ۱۱۳ کوہ پورہ

رقم کی کرپس کے لیے

صوبہ آزاد کشمیر  
اکاؤنٹ نمبر ۱۵۹۹ صیب بینک ۱۹۹۹  
کوہ پورہ

سودا خزانے سود پینٹز میگزین ڈولابز سے طبع کیا اور ملاحظہ  
محمد علی حسین خان زاہد نے مرکزی جامع مسجد کوہ پورہ طبع کیا

# مسلم سربراہ کا نفرنس — وقت کا اہم تقاضہ

گذشتہ ہفتے سعودی مملکت کے فرما زودا شاہ ہند کے ساتھ حکومت پاکستان کے ایک وفد کی ملاقات کے حوالے سے یہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی ہے کہ شاہ ہند مسئلہ کشمیر پر اسلامی سربراہ کا نفرنس بلانے والے ہیں۔

معلوم نہیں اس خبر کی حقیقت کیا ہے لیکن جہاں تک اسلامی سربراہی کا نفرنس کا اجلاس طلب کرنے کی ضرورت ہے اس سے انکار یا صرف نظر کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔

کشمیری حریت پسند جس جرأت و استقلال کے ساتھ حصول آزادی کے لیے اپنے خون کی قربانی سے بے ہمتی اور مہمان نوازی کے ۱۱ سالہ کامیاب جہاد آزادی کو آخری مراحل میں جس طرح سازشوں کے ذریعہ ناکامی میں بدلنے کی کوشش کی جا رہی ہے اس کا تقاضہ ہے کہ مسلم سربراہ سرچوڑ کر بیٹھیں اور افغانستان و کشمیر کے ساتھ ساتھ فلسطین، آذربائیجان، مورور، اریٹریا، ارکان اور وسطی ایشیا کی مسلم ریاستوں میں اکھٹے دانی آزادی کی تحریکات کے حوالے سے اپنے اجتماعی کردار کا تعین کریں۔

یہ درست ہے کہ مسلم ممالک کے بیشتر موجودہ حکمرانوں کے شخصی اور گردہ پختہ استعماری قوتوں کے ساتھ وابستہ ہیں اور وہ اس وقت اس دور رس پر کھڑے ہیں کہ عالم اسلام میں آزادی، غلبہ اسلام اور دینی بیداری کے بڑے بڑے رجحانات کا ساتھ دیں یا مسلم ممالک کے موجودہ فرسودہ انتظامی، سیاسی اور اقتصادی ڈھانچوں کے تحفظ کی ناکام تک و دو میں لگے رہیں لیکن مسلم حکمرانوں کو ایک بات فرٹ کر لینی چاہیے کہ عالم اسلام اب خواب غفلت سے بیدار ہو رہا ہے اور اگر ان حکمرانوں نے بیداری اور آزادی کی ان لہروں کے مخالف سمت چلنے کی کوشش کی تو تاریخ میں ان کا یہ جرم کبھی معاف نہیں ہوگا۔ اس پس منظر میں اسلامی سربراہ کا نفرنس کے پلیٹ فام پر جمع ہو کر مسلم حکمران اگر اپنے لیے مثبت کردار کا تعین کرتے ہیں تو صرف افغانستان، کشمیر، فلسطین اور دیگر خطوں کے مظلوم مسلمان ان کے شکر گزار ہوں گے بلکہ انہیں اپنی گذشتہ غلطیوں اور کرتا ہیوں کی تلافی کا راستہ بھی مل جائے گا۔

الاشرف  
۱۹۹۰ء

علماء کے لیے انگریزی زبان اور جدید علوم سے واقفیت ضروری ہے مولانا محمد فرزان خان صفحہ  
 شاہ ولی اللہ یونیورسٹی پر اب تک انتالیس لاکھ روپے خرچ ہو چکے ہیں  
 ستر لاکھ روپے کی لاگت سے بننے والے پہلے تعلیمی بلاک کی تعمیر کا کام شروع ہے

کالا کام شروع ہو چکا ہے اور چند روز تک مکمل ہو جائے گا۔  
 انہوں نے کہا کہ گوجرانوالہ کے غیر احباب نے ہمارے ساتھ اس  
 مشن میں جو غلغلاہ تعاون کیا ہے اس کی برکت سے ہم اس  
 مرحلہ تک پہنچے ہیں اور اب تعلیمی بلاک کی تعمیر کا کام شروع  
 ہو چکا ہے اس لیے احباب کو پہلے سے زیادہ بڑھ چڑھ  
 کر تعاون کرنا چاہیے اور اس کا رخیر میں زیادہ سے زیادہ حصہ  
 لینا چاہیے۔

یونیورسٹی انتظامیہ کے خازن الحاج شیخ محمد یعقوب نے  
 بتایا کہ اس وقت ہمارے پاس تقریباً تین لاکھ روپے کی رقم  
 موجود ہے جبکہ تعمیری پروگرام کو مکمل کرنے کے لیے اس سے  
 کہیں زیادہ رقم کی ضرورت ہے۔

جناب محمد سلیم (آرکیٹیکٹ) نے بتایا کہ پہلا تعمیری بلاک  
 جس کی بنیادوں کی کھدائی ہو چکی ہے دو منزلہ ہو گا جس میں  
 اٹھارہ کلاس رومز اور اساتذہ کے پندرہ کمرے ہوں گے یہ  
 بلاک تقریباً ستر لاکھ روپے کی لاگت سے ایک سال میں مکمل  
 ہو گا۔ انہوں نے یونیورسٹی کے ماسٹر پلان اور تعلیمی بلاک کے  
 بارے میں تفصیلات بیان کیں اور اس سلسلہ میں شرکارہ اجلاس  
 کے سوالات کے جوابات دیے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد فرزان خان صفحہ نے اجلاس  
 سے خطاب کرتے ہوئے جمعیت اہل سنت و الجماعت کے محمد دارال  
 اذکین اور معاونین کو شاہ ولی اللہ یونیورسٹی کے منصور میں مرحلہ وار  
 پیش رفت اور تعمیری کام کے باقاعدہ آغاز پر مبارکباد پیش  
 کی اور کہا کہ شاہ ولی اللہ یونیورسٹی کی تعمیر آج کے (باقی صفحہ پر)

شاہ ولی اللہ یونیورسٹی اٹاواہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ  
 کی انتظامیہ اور خصوصی معاونین کا ایک اہم اجلاس  
 ۲۶ مارچ ۹۰ء مطابق ۲۸ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ شام پانچ  
 بجے ساٹھ آفس میں منعقد ہوا جس کی صدارت یونیورسٹی  
 کے سرپرست اعلیٰ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد فرزان خان  
 صفحہ مظہر العالی نے کی۔ عصر کی نماز ساٹھ آفس کے سامنے  
 گراؤنڈ میں حضرت شیخ الحدیث مظہر کی امامت میں ادا کی  
 گئی اور اس کے بعد مولانا زاہد الراشدی، الحاج میاں محمد رفیق  
 اور جناب محمد سلیم (آرکیٹیکٹ) نے شرکارہ اجلاس کو منصورہ  
 کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔

مولانا زاہد الراشدی نے بتایا کہ گذشتہ پانچ سال کے  
 دوران زمین کی خریداری اور دیگر انتظامی، تعمیری اور اشاعتی  
 اور پر اب تک کم و بیش انتالیس لاکھ روپے خرچ کیے  
 جا چکے ہیں جس کے تحت اس وقت ساٹھ تیس ایکڑ  
 (دوسرا ساٹھ کنال) زمین حاصل کرنے کے علاوہ آفس بلاک کی  
 تعمیر مکمل کی جا چکی ہے اور پہلے تعلیمی بلاک کی کھدائی کا کام  
 مکمل ہو گیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ سارے اخراجات  
 اصحاب خیر کے تعاون سے پورے کیے گئے ہیں اور اس  
 سلسلہ میں کسی قسم کی سرکاری گرانٹس لینے کا بنیادی پالیسی  
 کے طور پر فیصلہ کیا گیا ہے۔

الحاج میاں محمد رفیق (صدر انتظامیہ) نے بتایا کہ  
 اٹاواہ روڈ سے کرائنگ سے شاہ ولی اللہ یونیورسٹی تک  
 ڈسٹرکٹ کونسل نے جس پینڈ سڑک کی منظوری دی تھی اس

# مسلم جماعت کے اکر برقیہ

**چروگرام** ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء تک کے حادثے  
عالم کا سیلاب اگرچہ نہایت مہیب اور بہت شکل تھا کہ ادا سے اور فیصلے کی دیواریں اس کے  
مقابلے میں قائم رہ سکیں عنایت الہی کی دستگیری سے میں نے  
اپنے ارادے اور عزم کو اس وقت بھی پوری طرح قائم و  
استوار پایا اور ایک لمحے کے لیے بھی میرے صل پر ایسی  
کو قبضہ نہ ملا۔ واقعات کی خطرناکی اور ناکامی میرے دل  
جلو کو چیرنے لگتی تھی اور حوادث کی غم گینی اس کے  
مکڑے مکڑے کر سکتی تھی لیکن وہ اس یقین و عزم کو نہیں  
نکال سکتی تھی جو اس کے ریٹے ریٹے میں باہر ہے  
اور مرثیہ اسی وقت نکل سکتا ہے جب دل بھی سینے سے  
نکل جائے۔ وہ زمین کی پیلاوار نہیں کہ زمین کی کوئی طاقت  
اسے پامال کر سکے وہ آسمان کی روح ہے اور تَنْزَلُ  
اللَّائِكَةُ أَنْ لَا تَعْفُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا آسمان کے  
بندوں سے اتری ہے پس نہ تو زمین کی امیدیں اسے پیدا  
کر سکتی ہیں اور نہ زمین کی مایوسیوں اسے ہلاک کر سکتی ہیں  
۱۹۱۸ء کے اواخر میں... میں رانچی کے ایک گوشہ عزت  
میں بیٹھا ہوا ایک نئی امید کی تعمیر کا سر و سامان دیکھ رہا تھا  
اور گویا دنیا نے دروازے کے بند ہونے کی صدائیں سننی  
تھیں مگر میرے کان ایک نئے دروازے کے بند ہونے

۱۹۱۶ء کے لیل و نهار قریب الاختام تھے جب  
اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ حقیقت اس عاجز پر  
مکشف کی اور مجھے یقین ہو گیا کہ جب تک یہ عقدہ حل نہ  
ہوگا ہماری کوئی سعی و جستجو کامیاب نہ ہوگی چنانچہ اسی  
وقت سے سرگرم سعی و تدبیر ہو گیا (ص ۳۱)  
۱۹۱۶ء کی بات ہے کہ مجھے خیال ہوا کہ ہندوستان کے  
علماء و مشائخ کو عزائم و مقاصد وقت پر توجہ دلاؤں لیکن  
ہے چند اصحاب رشد و عمل نکل آئیں چنانچہ میں نے  
اس کی کوشش کی لیکن ایک شخصیت کو مستثنیٰ کر دینے کے بعد  
سب کا متفقہ جواب یہی تھا کہ یہ دعوت ایک فقہ ہے  
إِنَّذِقْ تِي وَلَا تَقْنِطِي۔ یہ مستثنیٰ شخصیت مولانا محمود الحسن  
درہندوی کی تھی جو اب رحمت الہی کے جوار میں پھینچ  
چکی ہے۔ (ص ۳۲)

۱۹۱۴ء میں جب میں نے ہندوستان کے بعض اکابر  
علماء و مشائخ کو عزائم و مقاصد وقت پر توجہ دلاؤں لیکن  
اور بعض کے پاس مولوی عبید اللہ سندھی کو بھیجا تو اکثر نے  
بعینہم یہی بات کی تھی جو آپ (مولانا محی الدین قصوری)  
کہتے ہیں کہ علماء و مشائخ کی اتنی بڑی تعداد ملک میں موجود  
ہے۔ کسی نے بھی آج تک یہ دعوت نہیں دی۔ اب  
سداً عنکم کے خلاف یہ قدم کیوں اٹھایا جا رہا ہے۔ (ص ۳۵)

کی صدا میں سنی تھیں مگر میرے کان ایک نئے دروازے کے کھلنے پر لگے ہوئے تھے سہ

تفاوت است میان شنیدن من و تو  
تو بستن در، من فتح باب فی شوم

۱۹۱۸ء کے رمضان المبارک کا پہلا ہفتہ اور اس کے بیدار و معمور راتیں تھیں کہ جب میں نے ان ہی اٹھوں سے امیدوں اور آرزوؤں کے نئے نقشوں پر لکیریں کھینچیں۔ (ص ۱۶۲) یکم جنوری ۱۹۲۰ء کو جب مجھے چار سال کی نظر بندگی سے رہا کیا گیا تو میں اپنی آئندہ زندگی کے کاموں اور طریق و اسلوب کی نسبت خالی الذہن نہ تھا اور زانپے ادا کے بننے کے لیے کسی سیلاب کا منتظر تھا۔ میں نے ہمیشہ بننے کی جگہ چلنے کی گشتش کی ہے... میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آئندہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور میری مشغولیت کا عنوان و طریق کیا ہوگا۔ (ص ۱۶۵)

### نقشہ کار:

- ۱ رفقاء و طالبین کی ایک جماعت کی تعلیم و تربیت
- ۲ تصنیف و تالیف
- ۳ جماعتی اعمال یعنی تنظیم جماعت

چنانچہ جنوری ۱۹۲۰ء میں جب میں نظر بندی کے گوشہ قید و بند سے نکلا تو دو سال پیشہ کا یہ نقشہ عمل میرے سامنے تھا اور اس لیے نہ تو مجھے واقعات کی رفتار کا انتظار تھا نہ مزید غور و فکر کا، بلکہ صرف مشغول عمل ہی شروع کر دینا تھا۔ میں نے آئندہ کے لیے جن امور کا ارادہ کیا تھا ان میں ایک بات یہ بھی تھی کہ رانچی سے نکلنے ہی کسی صورت میں رفقاء و طالبین کی ایک جماعت لے کر بیٹھ رہوں گا اور اپنی زبان و قلم کی خدمات میں مشغول ہو جاؤں گا۔ تصنیف و تالیف کے علاوہ جو جماعتی اعمال پیش نظر تھے ان کے لیے بھی سیر و گردش اور نقل و حرکت کی ضرورت تھی۔ قیام و استقرار

ہی مطلوب تھا۔ چنانچہ اس بناء پر رانی کے بعد سیدھا کلکتہ کا قصد کیا۔ اگرچہ تمام ملک سے پیغام حائے طلب و دعوت آرہے تھے اور ہر طرف نظر بندوں کی رانی پر ہنگامہ تنہیت تبریک گرم تھا مگر میں کہیں نہ جاسکا اور سب سے غدر خا ہوا۔ (ص ۱۶۱)

### مولانا آزاد کی دعوت اتحاد و تنظیم پر طبقاتی رد عمل

مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم نے

### جدید تعلیم یافتہ طبقے کا رد عمل

جمعیت علماء ہند کے اجلاس کلکتہ میں یہ خدمتہ ظاہر فرمایا تھا کہ "تعلیم یافتہ حضرات کو شکر ہے کہ علماء اس پر دسے چل پنی کھوئی ہوئی دعا بہت کو دوبارہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔" ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

۱۹۱۸ء میں سعادت میں اس تحریک کو اٹھایا گیا اور مصلحت کے سلسلہ میں اس کو پیش کیا گیا پھر ۱۹۲۰ء میں یورپ سے واپسی کے بعد چاہا کہ اس کو تمام ہندوستان کا مسئلہ بنا دیا جائے مگر اس سلسلہ کی جدید تعلیم کے علمبرداروں نے اس کو کسی طرح نہ چلنے دیا۔ (ص ۱۶۳)

### مولانا آزاد کے خلیفہ اور سندھ پیریوں کا کردار

سائیں مرحوم نے سندھ کی حد تک سندھ پیریوں اور شاخ کو متحد اور متفق کرنے کے لیے ان تھک کوشش کی جسے علی محمد راشدی کے الفاظ میں پڑھیے:

"شاہ سائیں کا خیال تھا کہ ان سادہ لوح (پیروں) کو انگریز عداری کے بند کی طرح پھانے گا۔ انہیں عوامی مصلحت اور مقاصد کے خلاف استعمال کرے گا۔ پھر جب یہ رسوا اور بدنام ہو جائیں گے تو اٹھ کھینچ لے گا..... وہ چاہتے تھے کہ پیروں کو سرکار اور عام لیڈروں کے

بہنوتوی جاری کرتا ہے۔

آج ایک ایسے عازم امر کی ضرورت ہے جو دقت اور  
دقت کے مرد سامان کر نہ دیکھے بلکہ دقت اپنے سارے  
سامانوں سمیت اس کی راہ تک رہا ہو۔ شکلیں اس کی راہ میں  
گرد و خبار و خاکستر بن کر اڑ جائیں اور دشواریاں اس کے  
جولانِ قدم کے نیچے خس و خاشاک بن کر پس جائیں۔ وہ دقت  
کا مخلوق نہ ہو کہ دقت کے حاکموں کی چاکری کرے۔ وہ دقت  
کا خالق و مالک ہو اور زمانہ اس کی جنبشِ پ پر حرکت  
کرے۔ اگر انسان اس کی طرف سے منہ مڑ لیں تو وہ خدا  
کے فرشتوں کو بلالے۔ اگر دنیا اس کا ساتھ نہ دے تو وہ

آسمان کو اپنی رفاقت کے لیے نیچے اتار لے۔ اس کا علم  
مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہو۔ اس کا قدم منہاج نبوت پر استوار  
ہو۔ اس کے قلب پر اللہ تعالیٰ حکمت رسالت کے تمام اراد  
غوامض اور معالجہ اقوام و طبابت عہد و ایام کے تمام سرکار  
خفایا اس طرح کھول دے کہ وہ صرف ایک صحیفہ کتاب و  
سنت اپنے ہاتھ میں لے کر دنیا کی ساری مشکلوں کے مقابلے  
اور ادراج و قلوب کی ساری بیماریوں کی شفاء کا اعلان کر دے  
وَمَا ذَا بَلِّكَ عَلَى اللَّهِ بِعَرِيسٍ. (ص ۳۲)

موجودہ دقت کسی ایسے مرد راہ کا طالب ہے جو  
صاحبِ عزم و اہم اور اس لیے نہ ہو کہ دوسروں کی کپٹ  
پر ہدایت درابھائی کے لیے نہ جھکانے بلکہ دوسرے اس  
لیے ہوں تاکہ راہنمائی کے لیے اس کا منہ کھلیں اور جب وہ  
قدم اٹھائے تو اس کے نقشِ قدم کو دلیلِ راہ بنائیں۔  
وہ اپنے اندر مصباحِ ہدایت کی روشنی رکھتا ہو جو باہر  
کی تمام روشنیوں سے بے پروا کر دے۔ (ص ۲۹۴) یہ کام  
صرف ایک صاحبِ نظر و اجتہاد کا ہے جس کو قوم نے بالاتفاق  
تسلیم کر لیا ہو۔ وہ دقت اور حالت پر اصولِ شریعت کو  
منطبق کرے گا۔ ایک ایک جزئیہ حوادث و واقعات پر

چکروں سے نکال کر عوام کے قریب رکھا جائے اور آزادی  
کی جدوجہد اور عوامی زندگی میں ان سے کام لیا جائے۔  
وہ نہیں چاہتے تھے کہ پیر سرکاری دلال بن کر عوام سے  
دور سیاسی بصیرت سے بے بہرہ خدمتِ قومی سے معطل  
اور ریپوں کی مرنہ نذر کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھ لیں۔۔۔  
اپنی تحریک کی ناکامی پر افسوس کرتے ہوئے کہا کرتے تھے  
کہ اس فرتے کو تو بھیک کی عادت پڑ گئی ہے اور سچے  
پیر انتقال کر گئے۔ ان کی جگہ گداگر بیٹھے جا رہے ہیں۔  
گدا گردوں کا کیا اخلاق ہوتا ہے۔ کسی دن بڑوں کی قبریں  
بھی بیچ دیں گے۔ (ص ۱۱)

مولانا آزاد مرحوم اپنی  
تحریک کی ناکامی کا دہزار  
علماء سو کا اعتراف  
علماء سو کے وجود اور دقت کی عدم مساعدت کو قرار دیتے  
ہیں۔ ایک خط میں لکھتے ہیں:

میں اپنے پندرہ سال کے طلب و عشق کے بعد  
دقت کی عدم مساعدت و استعداد کا اعتراف کرتا ہوں۔۔۔  
میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ موجودہ طبقہ علماء سے۔۔۔ میں  
قطعاً مایوس ہوں اور اس کو تو انہیں اجتماع کے بالکل  
خلاف سمجھتا ہوں کہ ان کے وجود میں کسی طرح کا قلبی  
تحول پیدا ہو۔ (ص ۱۱)

### مولانا آزاد مرحوم کی نظر میں قیامِ مدوام کی خصوصیات

ایک صاحبِ نظر و اجتہاد داغ کی مزدورت ہے جس  
کا قلب کتاب و سنت کے غوامض سے معمور ہو۔ وہ اصولِ شرعیہ  
کو مسلمانانِ ہند کی موجودہ حالت پر ان کے وطن ہند کی حدیث  
العہد نوعیت پر ایک ایک لمحے کے اندر متغیر ہو جائیوے  
حوادثِ جنگ و صلح پر ٹھیک ٹھیک منطبق کر لے اور پھر  
تمام مصالح و مقاصدِ شرعیہ و ملیہ کے تحتفظ ذرا تازن کے

پوری کارروائی اور نکتہ شناسی کے ساتھ نظر ڈالے گا۔ تہتہ  
شرع کے اصولی مصالح و فوائد اس کے سامنے ہوں گے  
کسی ایک گوشے ہی میں ایسا مستغرق نہ ہو جائے کہ باقی  
تمام گوشوں سے بے پردا ہو جائے۔

ع حَفِظْتَ شَيْئًا وَقَابَتْ عِنْدَكَ أَشْيَاءُ

سب سے بڑھ کر یہ کہ اعمالِ مہمہ امت کی راہ میں نہماج  
تہتہ پر اس کا قدم استوار ہوگا اور ان ساری باتوں کے بعد  
علم و بصیرت کے ساتھ ہر وقت بہر تغیر ہر حالت کے لیے  
احکامِ شریعی کا استنباط کرے گا۔ (ص ۲۶)

کا شہد میں ایسی قوت برقی یا وہ شے موجود ہوتی  
جس کی مدد سے میں تمہارے منتقل قلب کے پٹ کھول سکتا  
تا کہ میری آواز تمہارے کانوں میں نہیں بلکہ تمہارے دل میں  
سما سکتی اور تم اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ سکتے۔ (ص ۹۵)

جماعتی زندگی کی خصوصیات

جماعتی زندگی کے تین رکن بتائے ہیں:

① تمام لوگ کسی صاحبِ علم و عمل پر جمع ہو جائیں اور  
وہ ان کا امام ہو۔

② جو کچھ وہ تعلیم سے ایمان و صداقت کے ساتھ  
قبول کریں۔

③ قرآن و سنت کے امت کے جو احکام ہوں

ان کی بلاچون و چرا تعمیل و اطاعت کریں۔ سب  
کی زبانیں گونگی ہوں صرف اسی کی زبان گویا ہو سب

کے دماغ بیکار ہو جائیں صرف اسی کا دماغ کارفرما  
ہو۔ لوگوں کے پاس نہ زبان ہو نہ دماغ، صرف دل

ہو جو قبول کرے، صرف اٹھ پاؤں ہوں جو عمل  
کریں۔ (ص ۲۷)

اجتماعیت کے قیام کے لیے  
شیخ الہند سے رابطہ

شیخ الہند سے ملاقات

مولانا ابراہیم فرماتے ہیں۔  
"حضرت مولانا محمود الحسن"

سے میری ملاقات بھی دراصل اسی طلبِ دعویٰ کا نتیجہ تھی  
انہوں نے پہلی ہی صحبت میں کامل اتفاق ظاہر فرمایا تھا اور  
یہ معاملہ بالکل صاف ہو گیا تھا کہ وہ اس منصب کو قبول  
کر لیں گے اور ہندوستان میں نظم جماعت کے قیام کا آغاز  
کر لیا جائے گا اگر افسوس ہے کہ بعض زورداروں نے اشخاص کے  
مشورے سے مولانا نے اچانک سفرِ حجاز کا ارادہ کر لیا اور  
میری کوئی منت سماجت بھی انہیں سفر سے باز نہ رکھ  
سکی۔ (ص ۲۲)

شیخ الہند کی تائید

مولانا عبدالرزاق طبع آبادی  
فرماتے ہیں:  
"میں نے شیخ الہند سے (فرنگی محل لکھنؤ میں) تنہائی  
میں ملاقات کی۔ رسمی باتوں کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں  
کی امامت کا تذکرہ چھیڑا۔ شیخ الہند نے فرمایا۔ امامت  
کی ضرورت مسلم ہے۔ عرض کیا حضور سے زیادہ کون اس حقیقت  
کو جانتا ہے کہ اس منصب کے لیے وہی شخص موزوں ہو  
سکتا ہے جو زیادہ سے زیادہ پرش مند، مدبر اور ڈیوٹی پسند  
ہو جس کی استقامت کو نہ کوئی تشویش متزلزل کر سکے نہ  
کوئی ترسبیب.... شیخ الہند نے اتفاق ظاہر کیا تو عرض  
کیا کہ آپ کی رائے میں اس وقت امامت کا اہل کون ہے؟  
یہ بھی اشارہ کہ دیا کہ بعض لوگ اس منصب کے لیے خود  
آپ کا نام لے رہے ہیں اور بھگت اللہ اہل بھی ہیں۔ شیخ نے  
مصعوبیت سے مسکرائے اور فرمایا: میں ایک لمحے کے  
لیے بھی تصور نہیں کر سکتا کہ مسلمانوں کا امام ہوں۔

عرض کیا کہ کچھ لوگ مولانا عبدالباری صاحب (فرنگی محل)

کانام لے ہے۔ موصوف کا تقویٰ و استقامت سلم ہے  
 مگر مزاج کی کیفیت سے آپ بھی واقف ہیں۔ شیخ نے سادگی  
 سے جواب دیا۔ مولانا عبدالباری کے بہترین آدمی ہونے  
 میں شبہ نہیں مگر منصب کی ذمہ داریاں کچھ اور ہی ہیں۔ عرض  
 کیا اور مولانا ابوالکلام آزاد کے بارے میں آپ کی کیا رائے  
 ہے؟ شیخ نے متانت سے فرمایا۔ میرا انتخاب بھی یہی ہے  
 اس وقت مولانا آزاد کے سوا کوئی شخص امام السنہ نہیں ہو سکتا۔  
 مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

ایک دفعہ جیسا کہ میں نے سنا ہے لاہور میں دیوبند  
 کی جماعت کے سربراہ درودہ حضرات نے مولانا ابوالکلام آزاد  
 کی سعیت کے ساتھ رضامندی کا اعلان کر دیا تھا۔ خیال  
 آتا ہے کہ مولانا ازاد شاہ (کاشمیری) مولانا شبیر احمد (عثمانی)  
 اور مولانا جمیب الرحمن (دیوبندی) جیسی ممتاز ہستیوں کی طرف  
 سے اس رضامندی کا اعلان کیا جا چکا تھا مگر اعلان سے  
 آگے بات نہ بڑھی۔ (ص ۵۵)

**شیخ السنہ**

مولانا مرحوم ہندوستان کے گذشتہ  
 دور کے علماء کی آخری یادگار تھے  
 ان کی زندگی اس دورِ حرمان و فقدان میں علماء حق کے اوصاف  
 خصال کا بہترین نمونہ تھی۔ ان کا آخری زمانہ جن اعمالِ حقہ میں  
 بسر ہوا وہ علماء ہند کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گے بشر  
 برس کی عمر میں جب ان کا قد ان کے دل کی طرح اللہ کے لگے  
 جھک چکا تھا مین جوارِ حرم میں گرفتار کیا گیا اور کامل تین  
 سال تک جزیرہ مال میں نظر بند رہے۔ یہ مصیبت انہیں  
 صرف اس لیے برداشت کرنی پڑی کہ اسلام اور ملتِ اسلام  
 کی تباہی دہرا دی پر ان کا خدا پرست دل جبر نہ کر سکا اور  
 انہوں نے اعدائے حق کی مرضات و ہوا کی تسلیم و اطاعت  
 سے مردانہ امانکار کر دیا۔ فی الحقیقت انہوں نے علماء حق و  
 سلف کی سنت زندہ کر دی اور علماء ہند کے لیے اپنی سنت

حسنا یادگار چھوڑ گئے۔ وہ اگر چہ اب ہم میں موجود نہیں ہیں لیکن  
 ان کی روح عمل موجود ہے اور اس کے لیے جسم کی طرح  
 موت نہیں۔ (۱۳۶)

**شیخ السنہ کی فراست**

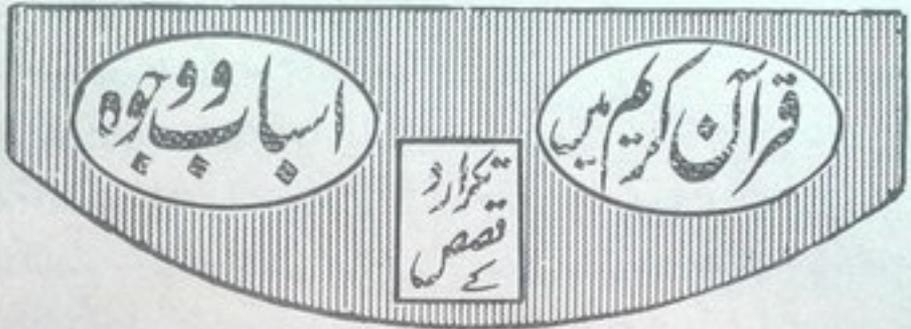
جمعیۃ علماء ہند کا دوسرا  
 سالانہ اجتماع ۱۹-۲۰۔  
 ۱۲ نومبر ۱۹۲۰ء کو دہلی میں شیخ السنہ کی وفات سے ایک  
 ہفتہ قبل ہوا تھا۔ صدارت شیخ السنہ کی تھی جبکہ ۵۰۰ سے  
 زائد علماء نے اس میں شرکت کی تھی۔ اس اجتماع کا اہم  
 مسئلہ امیر السنہ کا انتخاب تھا۔ شیخ السنہ اس انتخاب  
 کے لیے ارادے چلین تھے اور چاہتے تھے کہ یہ انتخاب  
 اسی موقعہ پر کر لیا جائے۔ مولانا عبدالصمد رحمانی صاحب  
 لکھتے ہیں کہ: وہ لوگ جو اس میں شریک تھے جانتے ہیں کہ اس  
 وقت شیخ السنہ ایسے ناساز تھے کہ حیات کے بالکل آخری دور  
 سے گذر رہے تھے نقل و حرکت کی بالکل طاقت نہ تھی لیکن اس  
 کے باوجود انکو امر تھا کہ اس نامتہ اجتماع میں جبکہ تمام اسلامی  
 ہند کے ذمہ دار ادارہ راب حل و عقد جمع ہیں امیر السنہ کا انتخاب  
 کر لیا جائے اور میری چارپائی کو اٹھا کر جلسہ گاہ میں لے جایا  
 جائے۔ پہلا شخص میں نہر گا جو اس امیر کے ہاتھ پر بیعت  
 کرے گا۔ (ص ۱۳۱)

**امیر السنہ کون؟**

کتاب کے مرتب بولطان شاہجاہ پوری کاغذ  
 میں ہی جب شیخ السنہ کا ذکر مستقل باب  
 میں کرتے ہیں تو اس سے پہلے انکی یہ تحریر قاری کے سامنے آتی ہے  
 وہ لکھتے ہیں کہ تحریک کے امیر کی حیثیت شیخ السنہ کو پیش کیا گیا ہے۔  
 بلاشبہ تحریک کے داعی کی حیثیت اور تحریک کی بنیادی اور اہم شخصیت  
 مولانا ابوالکلام آزاد کی تھی لیکن ہندوستان کی امت شریعہ کی ذمہ داری  
 مولانا آزاد کی نگاہ انتخاب حضرت ہی پر پڑی تھی اور حضرت نے اسے قبول فرمایا  
 تھا اسلئے امام السنہ کی حیثیت کیسے نزدیک شیخ السنہ کی ہے یہ دوسری بات  
 ہے کہ بعد میں اپنی نازک صحت کی بنا پر اپنے تئیں حضرت نے اس

ذمہ داری سے الگ کر لیا تھا اور مولانا آزاد کا ایسا اختیار ہوا تھا۔ (ص ۱۳۱)

تبرکات اسلاف



عرب کے لوگ اکثر مشرک و بت پرست تھے اور خداوند کی توحید اور انبیاء کی نبوت اور قیامت کے آنے کا بالکل انکار کرتے تھے اور ان میں سے بعض کچھ افراط و تفریط کرتے تھے، اس لیے قرآن کے اندر مذکورہ تیزوں اور کاکبثت ذکر آیا ہے نیز تکرار و قصص کے اور بھی کئی اسباب ہیں۔

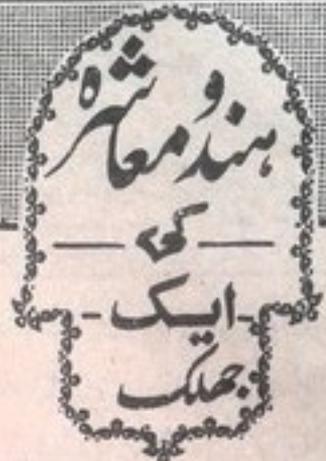
**سبب اول:** یہ کہ قرآن مجید فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بھی معجزہ ہے اس لیے ان میں ان قصص کو اللہ تعالیٰ نے بار بار ذکر کیا ہے، کہیں طویل اور کہیں مختصر اور ہر جگہ ان کو بلاغت کے اعلیٰ درجہ پر رکھا اور پیکھل دفع سے زیادہ لطف دیا گیا یعنی اگر قرآن بشر کا کلام ہوتا تو اس بات سے عاری ہوتا۔ (گویا یہ امر اعجاز قرآن کی دلیل ہے۔ مرتب)

**سبب دوم:** یہ کہ مخالفین کو صاف کما گیا تھا کہ اگر تم کو کچھ شک ہو تو ایک ہی سورت کی مقدار ایسا کلام بنا کر دکھاؤ، تو احتمال تھا کہ وہ کہتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو الفاظ آتے تھے ان کو اس نے استعمال کر لیا یعنی اس کو اور الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہے، لہذا کلام الہی نہیں ہے (مرتب) یا یہ کہتے کہ ہر ادیب کا انداز بیان جدا جدا ہوتا ہے۔ اگر ہم ایک کا انداز اپنائیں

سکے تو کیا ہوا (یعنی اس (محمد) نے بھی ایک ہی طریقہ اپنایا ہے جو دوسرے ادیبوں سے جدا ہے، تو اگر ہم ایک ہی طریقہ اپنایا سکے تو کیا قیامت آن پڑی، لیکن قرآن کریم میں قصص کو مختلف اندازوں میں بیان کرنے سے یہ... رنج ہو گیا۔ (مرتب) یا یہ کہتے یہ قصہ ہے اور قصص میں بلاغت کا دائرہ تنگ ہوتا ہے اور اس نے ایک دفعہ اس کو جو بلاغت سے بیان کیا ہے سوائے اس کے اور نہ ایسا الفاظ میں بیان کر سکے گا، لیکن جب تکرار قصص ظاہر ہوا اور انداز بیان میں تشبہ و آق ہوا تو ان میں اعتراضات کی جگہ نہ رہی۔

**سبب سوم:** یہ ہے کہ بعض اوقات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قوم مخالف کی شرارت اور ایذا سے طول ہو جاتے تھے۔ سورہ حجر میں ہے۔ ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون (آیت ۹۰)۔ ترجمہ: اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کا دل تنگ پڑتا ہے ان کی باتوں سے۔ لہذا اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے ان قصص کو نقل فرماتے ہیں۔ سورہ ہود میں ہے۔ وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت بہ فؤادک و جاک فی ہذہ الحق و موعدۃ و ذکرى للمؤمنین۔ (آیت ۱۲۰) ترجمہ: ہم آپ پر جتنے بھی قصے انبیاء (بانی مشرپ)

## بعثت نبوی کے وقت



کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کی وہ بابرکت زمین ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہوا تھا۔ گویا اس لحاظ سے ہندوستان کی زمین وہ اشرف قطعہ ہے جس کو سب سے پہلے نبی کے مبارک قدموں نے رونا جس پر ہزار ہا سال گزر چکے تا آنکہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا دور نزدیک ہوا۔ اُس وقت سرزمین ہند میں بدکرداری، اخلاقی پستی اور دمار کا یہ عالم تھا کہ مندروں کے محافظ اور مصلحین قوم بد اخلاقی کا سرچشمہ تھے جو بزاروں اور لاکھوں ناآموزہ کار لوگوں کو مذہب کے نام اور شعبہ بازی کے کشتوں سے خوب ٹوٹتے اور بڑے سے عیش اڑاتے تھے۔ (آر۔ سی۔ دت ج ۲ ص ۲۸۳)

راجوں اور مہاراجوں کے مملکت میں بادہ زہنی کثرت سے رائج تھی اور رانیوں حالتِ خمار میں جارحیت و ناموس آمار ڈالتی تھیں۔ (ایضاً ص ۳۳۳) سڑکوں اور شاہراہوں پر آوارہ گرد اور جرائم پیشہ افراد کا ہر وقت مجمع لگا رہتا تھا۔ (ایضاً ص ۲۶۹) اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ کوئی شریف انسان اور خصوصیت سے باجیا عورتوں کا دماغ سے گزنا

و بال جان سے کم نہ تھا اور ہر وقت جان و عزت کا خطرہ درپیش رہتا تھا۔ دید ایسوں اور عورتوں کی بد اخلاقی اور جنسی جہنم کی دل سوز حرکات اور حالات پڑھنے اور سننے سے بھی شرم محسوس ہوتی ہے اور کوئی شریف اور باجیا انسان ان کو پڑھنے پر اپنے نفس کو آمادہ نہیں پاتا آلا یہ کہ دل پر جبر کر کے پڑھے تو اور بات ہے۔ (ملاحظہ ہو سفر نامہ البرزیدہ ص ۱۳ اور حسن تقایم مقدسی ص ۳۸۳)

جو اس حد تک رائج تھا کہ سونے اور چاندی کے سکے اور زیورات کا تو کیا کتنا عورتیں بھی جوئے میں ماری جاتی تھیں اور ازدواجی تعلقات میں ایسی بے راہ روی اختیار کرنی لگی تھی کہ ایک ایک عورت کے کئی کئی شوہر ہوتے تھے اور ان کی روحانیت کا یہ حال تھا کہ بعض فرقوں میں عورتیں مردوں کو اور مرد عورتوں کو تنگ کر کے ان کی شرمگاہوں کی پوجا کرتے تھے۔ (ستیا رتھ پرکاش سولاس گیارہ ص ۲۶۷ طبع لاہور) شاید وہ یہ خیال کرتے ہوں گے کہ شرمگاہ ہی دنیا کی جڑ اور منبع نسل انسان ہے لہذا اس بابرکت اور کثیر المنفعت چیز کی پوجا کیوں نہ ہو؟ اور ایسے مردوں اور عورتوں کے ان کے نزدیک خاص اقداب ہوتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ :-

” اور جب کسی عورت یا دیشیا کو یا کسی مرد کو تنگ کر کے اور ان کے ہاتھ میں تلوار سے کران کی جائے نہانی کی پرستش کرتے ہیں تو عورت کا نام دیوی اور مرد کا نام مادیا رکھتے ہیں۔ (ستیا رتھ پرکاش ص ۲۶۷)

شوہر کے مرنے پر بعض عورتوں کو خود ان کے باپ اور بھائی اعزہ واقارب زندہ زندہ آتش کرہیتے تھے اور اس شنیع کارروائی کو اپنی اصطلاح میں وہ ”ستی“ کہتے تھے اور اس کی حکمت اور فلسفہ یہ بیان کرتے تھے کہ یہ

یہ اصول و ضوابط اور قوانین تھے اہل ہند کے جس میں اچھوت اقوام کے لیے خیر خواہی کا ادنیٰ جذبہ اور ان کی ہمدردی کا ایک حرف بھی موجود نہ تھا۔ جو زبان حال شاید برہمنوں کے ان خود ساختہ مکی اور قوی قوانین پر آئینہ بنا ہے ہوئے یہ کہتے ہوں گے کہ

تم جو دیتے ہو نوشتہ وہ نوشتہ کیا ہے  
جس میں ایک حرف و نا بھی کہیں مذکور نہیں

بقیہ اولیٰ المشریور نیورسٹی

دور کی ایک اہم ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ جدید علوم اور زبانوں سے علماء کا واقف ہونا از حد ضروری ہے کیونکہ موجودہ دور میں دنیا بھر میں تمام طبقات تک اسلام کا پیغام پہنچانا اس کے بغیر ممکن نہیں ہے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے اپنے دورہ بھارت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مجھے چند سال قبل بھارت کے مختلف شہروں میں جانے کا موقع ملا اور متعدد برطانوی باشندوں سے بات چیت ہوئی۔ ایک انگریز نے مجھ سے پوچھا کہ آپ بھارت کے معاشرہ کو کیا پایا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ یہاں ہم کے لیے تو ہر قسم کی سہولت مہیا کی گئی ہے لیکن روح کے لیے کوئی اہتمام نہیں کیا گیا۔ اس بات سے اس نے اتفاق کیا۔ گینگو ترجمان کے ذریعے ہوئی کیونکہ میں انگریزی زبان سے واقف نہیں۔ اس موقع پر مجھے عموماً پوچھا کہ انگریزی زبان سے واقفیت ہوتی تو میں اسلام کی زیادہ بہتر انداز میں ترجمانی کر سکتا تھا۔ یہ ہاں سے اندر کی ہے جس کا ہمیں احساس کرنا چاہیے اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے قیام کا ایک مقصد اس کی کو دور کرنا بھی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث نے اصحاب ثروت پر زور دیا کہ وہ اس اہم مشن کی طرف خصوصی توجہ دیں اور اس منصب کی تکمیل کے لیے انتظامیہ سے بھرپور تعاون کریں۔

عورت اپنے خاندان کے فراق کو گوارا نہیں کر سکتی اور اس کی محبت و الفت میں اپنی جان عزیز کر اس پر قربان کر دینے کے لیے بلیب خاطر رضا مند ہے۔ لیکن ہے بعض شہیدہ سر عورتیں اس قوی اور آسانی رسم کی وجہ سے اس کو قربانی ہی تصور کرتی ہوں مگر حتیٰ الوسع موت کو کوئی پسند کرتا ہے۔ ان کی اس ظالمانہ رسم کا بعض مسلمان اور علماء صوفی شاعروں نے بھی تذکرہ کیا ہے چنانچہ حضرت ایر خرو یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ

خسرو اور عشق بازی کم زہند وزن مباحث  
کاں برائے مردہ سوزہ زندہ جان خوشی

اور جناب بیدل پشوری یوں کہتے ہیں کہ

باتو مسیگوم مباحث لے سادہ دل ہندو پیر  
در طرتی جاں سپاری کم زہند و دخترے

اور برہمنوں نے اپنی قلبی تسکین اور سہولت کے لیے یہ چند نفس پسند قوانین وضع کئے اور تراشے تھے:-

① برہمن کو کسی حالت میں خواہ وہ کہنے ہی سنگین جرم کا مرتکب رہ چکا ہو سزا موت نہیں دی جا سکتی۔

② کسی اونچی ذات کا مرد اگر کسی نیچی ذات کی عورت سے زنا کرے تو کوئی حرج نہیں۔

③ کسی بدوہ راہبہ تک کی عصمت دری کی سزا میں معمولی جرمانہ کافی ہے۔

④ اگر کوئی اچھوت ذات کا شخص کسی اعلیٰ ذات والے کو چھو لے اور ہاتھ لگائے تو اس کی سزا موت ہے۔

⑤ اگر کوئی نیچی ذات والا اپنے سے اونچی ذات والے کو اسے تو اس کے اعضاء کا شادی سے جائیں اور اگر

اس کو گالی دے تو اس کی زبان قطع کر دینی چاہیے اور اگر اسے تعلیم دینے کا دعویٰ کرے تو گرم تیل اس کے سز میں ڈالنا چاہیے۔ (آریسی۔ دت کی قدیم ہندوستان ص ۳۴۲)



# امام احمد بن حنبل اور دارورسن کا محرکہ

مسل: تاریخ قیام الدین الحسینی

تیسری صدی کے اوائل میں جب فقہ اعترال و تفسیر فی الدین اور بدعت مصلحہ تکلم یا مفسفہ والحرف انما عظام ہنس نے سر اٹھایا اور صرف ایک ہی نہیں بلکہ لگاتار تین عظیم الشان فرزندوں کو یعنی مارون مقسم اور واثق بن ابانہ کی شریعتی اقتداء و تہمکت نے اس فقہ کا ساتھ دیا حتیٰ کہ بقول علی بن المدینی کے فقہ ازاد و منح زکوة (بعد حضرت ابو بکرؓ) کے بعد یہ دوسرا فقہ عظیم تھا جو اسلام کو پیش آیا۔ تو کیا اس وقت علماء امت اور اشریت سے عالم اسلام خالی ہو گیا تھا؟ غور تو کرو کیسے کیسے اساطین علم و فن اور اکابر فضل و کمال اس عہد میں موجود تھے؟ خود بغداد و اہل سنت و حدیث کا مرکز تھا مگر سب دیکھتے دیکھتے رہ گئے اور عزیحہ و کمال مرتبہ وراثت نرت و قیام حق و ہدایت فی الارضی والامت کا وہ جو ایک مخصوص مقام تھا صرف ایک ہی قائم لہذا کے حصہ میں آیا یعنی سید المجددین امام اقلین حضرت امام احمد بن حنبل اپنے اپنے رنگ میں سب صاحب مراتب و مقام تھے لیکن اس مرتبہ میں تو ادو کسی کا سامنا نہ تھا کہ قیام سنت و دین خالص کا قیام تک کے لیے فیصلہ ہونے والا تھا اور مارون مقسم کے جہر و قمر اور شہر میسی اور قاسمی ابن ابی داؤد جیسے جبارہ معتزلہ کے تسلط و عکرت نے علماء حق کے لیے صرف دو ہی راستے باز رکھے تھے یا اصحاب بدعت کے آگے سر جھکا دیں اور مسلط علی قرآن پر ابان لاکر ہمیشہ کے لیے اس کی تفسیر قائم کر دیں کہ شریعت میں صرف اتنا ہی

نہیں ہے جو رسولؐ بنا گیا بلکہ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ کہا جاتا ہے اور ہر ظن کو اس میں دخل ہے۔ ہر رائے اس پر قاضی و امر ہے، ہر فلسفہ اس کا مالک و حاکم ہے۔ بفضل مہاشا و اختیار اور یا پھر قید خانے میں رہنا، ہر روز کٹھن سے بیٹا جانا اور ایسے تہ خازن میں قید ہو جانا کہ لامیوں فیہ المشس ابدًا کو قبول کریں۔ ہتوں کے قدم قرابتی میں لو کھڑا گئے۔ بعضوں نے ابتدا میں شفتا دکھلائی لیکن پھر ضعف و رخت کے گوشے میں پناہ گیر ہو گئے۔ جلیشہ بن عمر العوادی اور حسن بن عماد امام موصوف کے ساتھ ہی قید کیے گئے تھے مگر شدائد و محن کی تاب نہ لاسکے اور اقرار کر کے چھوٹ گئے۔ بعضوں نے روپوشی اور گوشہ نشینی اختیار کر لی کہ کم از کم اپنا دامن تو بچا لے جائیں۔ کوئی اس وقت کتا تھا۔ لیس ہنسنا زمان بگاڑ و فتنہ و عا کد عا، الغریقی" یعنی یہ زمانہ درس و اشاعت علوم و سنت کا نہیں ہے۔ یہ تو وہ زمانہ ہے کہ لہذا کے آگے تفرغ و زاری کرنا اور ایسی دعائیں مانگو جیسی سمندر میں ڈوبتا ہوا شخص دعا مانگے، کوئی کتا تھا۔ احفظو الماسکھ و عالجوا قلبکھ و خذوا ما تفرؤوا، و دعوات تکرر۔ اپنی زبانوں کی گہائی کر دو، اپنے دل کے علاج میں لگ جاؤ جو کچھ جانتے ہو اس پر عمل کیے جاؤ اور جو بڑا ہو اس کو چھوڑ دو۔ کوئی کتا، ہذا زمان سکوت و مصلیة البسوت۔ یہ زمانہ خاصش کا زمانہ ہے اور اپنے اپنے دروازوں کو بند کر کے

بار بار کہ رہا تھا۔ یا احمد! واللہ انی علیک الشفیق، وانی  
لاشفق علیک کشفقتی علی ہارون ابنی ووالشہ  
لئن اجابنی لا طلقن عنک بیدی ما تقول۔

یعنی واللہ میں تم پر اس سے بھی زیادہ شفقت رکھتا ہوں  
جس قدر اپنے بیٹے کے لیے شفیق ہوں۔ اگر تم خلقِ قسطن  
کا اقرار کرو تو قسم خدا کی ابھی اپنے ہاتھوں سے تمہاری بیڑیاں  
کھول دوں لیکن اُس پیکرِ حق، اُس مجتہدِ سنت، اُس موبد  
بالروح القدس، اُس مابراہیم کما صبرا اولوالعزم  
من الرسل کی زبانِ مدق سے صرف یہی جواب نکلتا تھا  
"اعطونی شیئا من کتاب اللہ او سنتہ رسولہ  
حتی اقول بہ" اشلک کتاب میں سے کچھ دکھا دو یا اس  
کے رسول کا کوئی قول پیش کر دو تو میں اقرار کروں۔ اس  
کے سرا میں کچھ نہیں جانتا۔

چونلام آفتابم ز آفتاب گویم  
ذشبم ذشب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

اگر اس چراغِ تجدد و مباحِ عزیزہ دعوت کی روشنی مشکوٰۃ  
بنو قے ستیز نہ تھی تو پھر یہ کیا تھا کہ جب معتم ہر طرح ماجز  
آکر قاضی ابوالابا داؤد وغیرہ ملا بہت دعا و عزتال سے  
کتا "ناظرو وکلصود" اور وہ کتابِ سنت کے میدان  
میں ماجز آکر اپنے اداہم و ذنون باطلہ کو باسم عقل و رائے پیش  
کرتے کہ ترا سز پر نایاتِ معززہ سے ماخوذ تھے تو وہ اس کے  
جواب میں بے ساختہ بول اٹھتے "ما ادری ما هذا"۔  
میں نہیں جانتا یہ کیا بلا ہے؟ اعطونی شیئا من  
کتاب اللہ او من سنتہ رسولہ حتی اقول  
اس تمام کائناتِ جہستی میں میرے سزا کو جھکانے وال صرف  
دو ہی چیزیں ہیں۔ اشلک کتاب اور اس کے رسول کی سنت  
اس کے سوا نہ میرے لیے کوئی دلیل ہے نہ علم۔

بیٹھ رہنے کا جبکہ تمام اصحاب کا روٹن کا یہ حال ہو رہا تھا اور دین  
النیس کا بقا و قیام ایک عظیم الشان قربانی کا شب گار تھا تو فرزند  
کرمیت امام صرف وہی تھے جن کو فاجح سلطان مدہ ہونے کا شرف  
حاصل ہوا۔ انہوں نے زور دعا و فقہ و بدعت کے آگے سر جھکا یا نہ  
روپوشی و خاشوشی و کن رہ گئی اختیار کی اور نہ صرف بندھروں کے اندر  
کی دعاؤں اور سنا جانوں پر قناعت کر لی بلکہ دینِ خالص کے  
قیام کی راہ میں اپنے نقش و وجود کو قربان کر دینے اور تمام خلف  
انت کے لیے ثبات و استقامت مل اسنت کی راہ کھول دینے  
کے لیے کلم فاصبر اولوالعزم من الرسل اٹھ کھڑے ہوئے  
ان کو قید کر دیا گیا، قید خانے میں چلے گئے۔ چار چار بوجھل بیڑیاں  
پاؤں میں ڈال گئیں۔ پس لیں۔ اسی عالم میں بغداد سے طرس لے  
چلے اور حکم دیا گیا کہ ہا کسی کی مدد کے خود ہی اونٹ پر سوار ہوں  
اور خود ہی اونٹ سے اتریں۔ اس کو بھی قبول کر لیا۔ بوجھل  
بیڑیوں کی وجہ سے ہل نہیں سکتے تھے، اٹھتے تھے اور گر پڑتے  
تھے۔ مین رمضان المبارک کے عشرہ اخیر میں جس کی طاعت  
اشک کہ تمام دوزخ کی طاعات سے زیادہ محبوب ہے۔ جھوکے  
پیدے ملتی دھوپ میں جھلنے لگتے اور اس پیچ پر جو علوم و  
معارف نبوت کی حامل تھی لگا تا کر ٹوٹے اس طرح ماسے لگتے  
کہ ہر جلد دو فرس میں پوری قوت سے لگا کر پیچے ہٹ جاتا اور پھر  
یہا تا زہ دم جلد اس کی جگہ لے لیتا۔ اس کو بھی خونی خوشی برداشت  
کر لیا مگر اللہ کے مشن سے سزا ہونا اور دعا و سنت سے منحرف نہ  
ہونے تازیا نے کی ہرزب پر بھی جو صد زبان سے نکلتی تھی وہ نہ تر  
جزع و ذرع کی تھی اور نہ خرد و ذغال کی، بلکہ وہی تھی جس کے  
لیے یہ سب کچھ ہر ما تھا یعنی "القرآن کلام اللہ غیر مخلوق"  
واللہ اللہ یہ کیسی تمام دعوتِ کبریٰ کی ضروری و سلطان تھی اور  
وراثت و نیابتِ نبوت کی ہیبت و سلطنت کو خود اعتم بش جس کی  
ہیبت و رعیت سے قیصرِ روم لڑاؤں و ترساں رہتا تھا سر پکڑا  
تھا جلا دون کا ٹیٹھا دون طرف سے گھرے ہوئے تھا اور وہ

امام بصرہؒ کو جب قید کر کے طرس روانہ کیا گیا تو

ابراہیم نے پوچھا ان عرضت علیک السیف  
 تجیب؟ اگر تو ار کے نیچے کھڑے کر دیے گئے زکیا اس وقت  
 مان رگے؟ کیا نہیں۔ ابراہیم بن معصب کو قوال کہتا ہے  
 کہ میں نے کسی انسان کو بادشاہوں کے آگے احمد بن حنبل  
 سے بڑھ کر بے رعب نہ پایا۔ یومئذ ما نحن فی  
 عینیہ الا کما مثال الذباب۔ ہم حال حکومت ان کی  
 نظروں میں کھمبوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے تھے اور یہ  
 بالکل حق ہے۔ جن لوگوں کی نظروں میں جلال الہی سما یا بروہ  
 لٹی کی ان تیلوں کو جنہوں نے راتیز کر کے کاغذ پر ڈال رکھا  
 ہے یا بہت سا سونا چاندی اپنے جم پر پیٹ لیا ہے، کیا  
 چیز سمجھتے ہیں؟ ان کو تو خدا تعالیٰ مشق الہی کی سروردی و شاہی  
 اور شہرستان مدق و صننا کا تاج و تخت حاصل ہے!

ابوالعباس ارق سے حافظ ابن جوزی روایت کرتے  
 ہیں کہ جب رقیہ میں امام موصوف قید تھے تو علماء کی ایک جماعت  
 گئی اور اس قسم کی روایات و نقل سنانے لگی جن سے بخوف  
 جان تقیہ کر لینے کی رخصت نکلتی ہے۔ امام موصوف نے  
 سب سُن کر جواب دیا:

کیف تضحون بحديث جناب؟ انہن  
 کان قبلکم کان ینشر احدہم باللنشار ثم کا  
 یصدہ ذالک عن دینہ۔ قالوا فیئنا منہ! یعنی  
 یہ تو سب کچھ بڑا اگر بھلا اس حدیث کی نسبت کیا کہتے ہو کہ  
 جب صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مظالم و شدائد کے  
 شکایت کی تو فرمایا۔ تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں جنہ کے  
 سرد پتار چلایا جاتا تھا اور صدمہ کلاں کی طرح چیر ڈالے جاتے  
 تھے مگر یہ آزمائشیں بھی ان کو حق سے نہیں پھرا سکتی تھیں۔  
 ابوالعباس کہتے ہیں کہ جب ہم نے یہ بات سنی تو ایسے ہو کر پلٹے  
 آئے کہ ان کو سمجھنا بیکار ہے۔ اپنی بات سے پھرنے والے  
 نہیں رہے جو میں بار بار کہتا ہوں کہ عزیمتہ دعوتہ، عزیمتہ دعوتہ

تربے عزیزتہ دعوتہ اور یہ ہے درایت و ریاست مقام  
 فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل کی اور یہ ہے  
 خاص مرتبہ خلیفہ "من یجد دلہا و بیتہا" کا اور یہ ہے  
 ان ایام فتن کا صبر علم و اکبر جن کی نسبت ترمذی کی روایت  
 میں فرمایا۔ الصبر فی ہن کالقبحض علی البحر۔ تر  
 میں وہ لوگ ہیں جو اگر چاہیں تو گزشتہ رخصت و بیچارگی میں اس  
 عاقبت کے پھول چُن سکتے ہیں لیکن وہ پھولوں کو چھوڑ کر  
 دلچتے ہوئے انگارے پر کھینچتے ہیں لہذا اسی لیے ان کا امر و ناس  
 بھی۔ مثل اجر خبیثین رجلاً یعملون مثل عملکم  
 کا حکم رکھتا ہے۔

مانا کہ ضعیفوں اور دروہاندوں کے لیے رخصت و گلو خلاصی کی  
 راہیں بھی باز رکھی گئی ہوں لیکن اصحاب عزائم کا عالم دہرا ہے  
 ان کی بہت مال بھلا میدان عزیزتہ و اسبقیتہ بالہیزرات کو چھوڑ کر  
 تنگنائے رخصت و ضعف میں پناہ لینا بگوارا کر سکتے ہیں؟  
 جوانین بہت اور مردان کا زرار اس تنگ کر کیوں تو ہوا کرنے لگے  
 کہ کمزوروں اور دروہاندوں کی کلائی کا سہارا پکڑیں؟ جن کے لیے  
 اس میں سلامتی ہے ہوا کرے مگر ان کے لیے تو ایسا کہنا بہت  
 کی مرت ہے ایمان کی پامال ہے اور مشق کی جبین عزت کے  
 لیے داغ تنگ دمار سے کم نہیں۔ حسنات الابرار و عیانت  
 المقربین ارضتہ و عزیمتہ کی تفریق اور اٹلی دادوں کا  
 امتیاز اصحاب عمل کے لیے ہے نہ کہ اصحاب عشق کے لیے عشق  
 کی راہ ایک ہی ہے اور اس میں جو کچھ ہے عزیزتہ ہی عزیزتہ ہے۔  
 ضعف و بیچارگی کا تو ذکر ہی کیا۔ وہاں رخصت کا نام لینا بھی کم از  
 کمصیت نہیں۔

قتل عشق از مہر دین اجد است  
 عاشقان را مذہب وقت خلاصت!  
 ضرب تازیانہ کے لیے حکم دیا تو وہ علماء اہل رخت بھی  
 دربار میں موجود تھے جو شدتہ محن و مصائب کی تاب نہ لاکے

بلکہ ان کے خون میں رنگے ہوئے کپڑوں کو بھی ان سے الگ نہ کیجئے۔

يد فسا في شيا بهم ودمائهم اور اس لباس میں ننگوں و خلعت رنگین میں وہاں جانے دیجئے جہاں ان کا انتظار کیا جا رہا ہے اور جہاں خونِ دشت کے سرخ دھبوں سے بڑھ کر شایہ اور کوئی نقش و نگار عملِ مقبول و محبوب نہیں۔

عند ربحم یرتقون۔ فرحین با تاہم اللہ!

خونِ شہیدانِ رازِ آبِ ادلیٰ ترست

ایں گناہ از حدِ ثوابِ ادلیٰ ترست

اللہ اللہ! بیانِ شہادتِ مجہدِ دباس کا کیا سوال ہے؟ امام احمد بن حنبل نے اپنی تمام عمر میں اگر کوئی پاک سے پاک اور سچی سے سچی نماز پڑھی تھی تو یقیناً وہ وہی نظر کی نماز تھی۔ ان کی تمام عمر کی وہ نماز یہی ایک طرف جو دجلہ کے پانی سے پاک کی گئی تھیں اور وہ چند گھنٹوں کی عبادت ایک طرف جس کو وہ شہادت حق میں بننے والے خون نے مقدس و مطہر کر دیا تھا! سبحان اللہ! ہمیں کے عشق میں چار چار جھیل بیزیاں پاؤں میں پہنی تھیں، جس کی خاطر سارا مجہدِ زخموں سے چمڑ اور خون سے رنگین ہو رہا تھا۔ اس کے گنگے جبینِ نیازِ نمکی ہوئی! اس کے ذکر میں قلب و دماغ لذت یا تسبیح و تحمید! اسی کے جلوہ جمال میں چشمِ شوق وقف و نظارہ دیدہ! اور اسی کی یاد میں روح مضطرب و درشتِ دشت و خود فراموش!

ظریوں عبادت ہو تو زاہد ہیں عبادت کے مزے

امام بوصوف کے لڑکے عبد اللہ کہتے ہیں کہ میرے والد ہمیشہ کہا کرتے: رحم اللہ ابا الہیثم اغفر اللہ لابی الہیثم خدا ابراہیم پر رحم کرے، خدا ابراہیم کو بخش دے۔ میں نے ایک دن پوچھا۔ ابراہیم کون ہے؟ کہا جس دن مجھ کو سپاہی دربار میں لے گئے اور کرڑے مائے گئے تو جب ہم راہ سے گزر رہے تھے ایک آدمی مجھ سے ظا اور کہا مجھ کو پہچانتے ہو؟ میں مشہور چوراہہ تیار ابراہیم عداد ہوں۔ میرا نام شاہی دفتر میں ثبت

اور اقرار کر کے پھوٹ گئے۔ ان میں سے بعض نے کہا۔ من صنع من اصحابہ فی هذا الامر ما صنع "خود تیار ساتھیوں میں سے کس نے ایسی ہٹ کی جیسی تم کر رہے ہو؟ امام احمد نے کہا۔ یہ تو کوئی دلیل نہ ہوں۔ اعطونی شیئا من کتاب اللہ او منہ رسولہ حتی اقول بہ" میں کتابِ اللہ میں کرمف پانے کے چند گھنٹہ پی کر روزہ رکھ لیا تھا تو تازہ دم جلا دوں نے پوری رات سے کوڑے لگے یہاں تک کہ تمام پیٹھ زخموں سے چور ہو گئی اور تمام جسم خون سے رنگین ہو گیا۔ خود کہتے ہیں کہ جب ہرش آیا تو چند آدمی پانی لائے اور کہا پانی لگ کر میں نے انکار کر دیا کہ روزہ نہیں توڑ سکتا۔ وہاں سے مجھ کو اسماعیل بن ابراہیم کے مکان میں لے گئے۔ نہر کی نماز کا وقت قریب آگیا تھا۔ ابن حما نے کہا: تم نے نماز پڑھی حالانکہ خون تمہارے کپڑوں میں بہ رہا ہے؟ یعنی دم جاری و کثیر کے بعد شہادت کہاں رہی؟ میں نے جواب دیا۔ قل صلی عمر و جرحہ یشعب دما۔" ان گرمیں نے وہی کیا جو حضرت عمرؓ نے کیا تھا۔ صبح کی نماز پڑھا ہے تھے اور قاتل نے زخمی کیا مگر اسی حالت میں انہوں نے نماز پوری کی۔

ابن سمام کے جواب میں حضرت امام نے حضرت محمدؐ کی جو نظیر پیش کی تو یہ ان کی تسلی کے لیے بس کرتی تھی، مگر میں کہتا ہوں کہ جو خون اُس وقت امام احمد بن حنبل کے زخموں سے بہ رہا تھا اگر وہ خون ناپاک تھا اور اس کے ساتھ نماز نہیں ہو سکتی تو پھر دنیا میں اور کون سی چیز ایسی ہے جو انسان کو پاک کر سکتی ہے اور کون سا پانی ہے جو باہر و ملہر ہو سکتا ہے؟ اگر نیا پاک ہے تو دنیا کی تمام پاکیاں اس ناپاک پر قربان! اور دنیا کی ساری طاقتیں اس پر سے ٹھکانے! یہ کیا بات ہے کہ پاک سے پاک اور تقدس سے مقدس انسان کی میت کے لیے بھی غسلِ ضروری ٹھہرا مگر شہیدانِ حق کے لیے یہ بات ہرئی کہ ان کی پاک شہادتِ آبِ غسل نہیں۔ لم یصل علیہم ولم لیصلہم۔

ہے۔ بارہ چوری کرتے پلا گیا اور بڑی بڑی سزائیں جمیں۔ صرف کڑوں کی ہی مار اگر گنوں تو سب ہلاک اٹھارہ ہزار مزیں تویری پیٹھ پر ضرور پڑی ہوں گی۔ باایں ہر میری استقامت کا یہ حال ہے کہ اب تک چوری سے باز نہیں آیا۔ جب کڑے کھا کر جیل خانے سے نکلا سیدھا چوری کی تاک میں چلا گیا۔ میری استقامت کا یہ حال شیطان کی طاعت میں رہا ہے دنیا کا خاطر۔ انھوں نے تم پر گواہی کی ہمت کی ماہ میں اتنی استقامت بھی نہ دکھا سکو اور دین حق کی خاطر چند کڑوں کی ضرب برداشت نہ کر سکو۔ میں نے جب یہ سنا تو اپنے جی میں کہا اگر حق کی خاطر اتنا بھی نہ کر سکے جتنا دنیا کی خاطر ایک چوڑا اور ڈاکو کر رہا ہے تو ہماری بندگی پر ہزار حیف اور ہماری خدا پرستی سے تبت پرستی لاکھ درجہ بہتر ہے۔

کس سے اپنے آپ کو کتا ہے عشق باز  
لے رو سیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

ماہوں و مستم اور الاائق نے جو کچھ کیا وہ معلوم ہے جنبر الیکل کا یہ حال ہے کہ اس کی خلاف بدعت دارباب بدعت کے زوال خیر اور سنت کا مصاب حدیث کے امن و عزوج کا اعلان علم حق حافظ ابن جزئی لکھتے ہیں کہ متکل باشد ہمیشہ اس فکر میں رہتا کہ کسی طرح پچھلے نظام کی تلافی کرے۔ ایک بار اس نے میں ہزار کتے پیچھے اور دربار میں بلایا۔ ایک بار ایک لاکھ درہم بھیجا اور سخت امر کیا کہ اس کو قبول کر لیجئے لیکن ہر مرتبہ امام مومنین نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا میں اپنے مکان میں اپنے ہاتھ سے اس قدر کشت کاری کرتا ہوں جو میری ضروریات کے لیے کافی ہے اس بوجھ کو اٹھا کر کیا کروں گا۔ کہ گیا کہ اپنے لوگوں کو حکم دیجئے وہ قبول کر لیں۔ فرمایا وہ اپنی مرضی کا مختار ہے لیکن جب بعد ایش سے کہا گیا تو انہوں نے بھی واپس کر دیا۔ آخر مجبور ہو کر لانے والوں نے کہا کہ خود نہیں رکھنا چاہتے تو امیر المومنین کا حکم ہے قبول کر لیجئے اور فقراء اور مسکین کو بانٹ دیجئے۔ فرمایا میرے دروازے سے زیادہ امیر المومنین کے محل کے نیچے فیروں کا مجمع رہتا ہے۔ فیروں کو ہی دینا ہے

تو وہیں سے دیا جائے۔ اس ہنگامے کی یہاں کی ضرورت ہے کہ ایک مرتبہ اسٹیج بن ابراہیم کے سخت امرار سے دس ہزار درہم لے لیے تو یہ وقت مہاجرین و انصار کی اولاد میں تقسیم کر دیے۔

ان کے بڑے رادی میں کہ جب خلیفہ متوکل بن کی تعلیم و تکریم میں مدد فرم کرنے لگا تو انہوں نے کہا۔ ہذا المرشد علی من ذلک، ذلك فتنة الدين وهذا فتنة الدنيا یہ معاصر ترک شدہ مشرتہ معاطہ سے بھی کہیں زیادہ میرے لیے سخت ہے۔ وہ دین کے بارے میں فتنہ تھا اور یہ فتنہ دنیا ہے۔ یعنی مصائب دامن کا آزمائش کہیں زیادہ پُر امن ہے بمقابلہ آزمائش نفیم دنیا و دھرتہ طبع و ترغیب کما اور یہ بالکل حق ہے۔ کہتے ہی شمس اولان ثبات و استقامت میں جو پچھلے میدان آزمائش سے تو صیح و سلامت نکل گئے مگر دوسری راہ سامنے آئی تو اول آدم ہی میں ٹھوکر لگی حاکم مکر مد کمال دہ ہے جس پر مد عون ربهم، خوفًا و طمعًا کا مقام ایسا جاری ہو جانے کہ دنیا کا خوف اور دنیا کی طمع دونوں قسم کے حربے اس کے لیے بالکل بیکار ہو جائیں۔

### حاجی جاوید ابراہیم پراچہ پرتا قلاتانہ حملہ

جیہ طلباء اسلام پاکستان کے سابق مرکزی صدر اور کوٹاٹ کے تازہ مذہبی و سیاسی راہ نما حاجی جاوید ابراہیم پراچہ گزشتہ ہفتہ کے دوران قلاتانہ حملہ میں شدید زخمی ہو گئے ہیں اور ان دنوں لیڈی ریڈنگ اسپتال شاد میں زیر علاج ہیں۔ وہ بین ابناٹا کوٹاٹ میں اپنی دکان پر بیٹھے تھے کہ اچانک ان پر نامعلوم افراد فائرنگ کے فرار ہو گئے۔ دو گولیاں ان کے پیٹ میں لگی ہیں اور اگر چنانچہ کہ حالت خطرہ سے باہر ہے لیکن ان کی صحت یابی کے لیے خصوصی دعوائل کی ضرورت ہے۔ الشریعہ اکیڈمی کو جلاوطن کے ڈاکٹر کبیر مونسنا زاہد الراشدی نے حاجی جاوید ابراہیم پراچہ پرتا قلاتانہ حملہ کی شدید فزقت کرتے ہوئے حملہ آوروں کی فوری گرفتاری کا مطالبہ کیا ہے اور تادمین الشریعہ سے اپیل کی ہے کہ وہ پراچہ صاحب کی جلد صحت یابی کیلئے دعا کریں

کنسا ہے کہ اس خط سے مولانا آزاد کی والدہ کے انتقال کی  
صحیح تاریخ کا بھی پتہ چلتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے  
کہ آزاد کی بہنوں کے صحیح نام کیا تھے۔

شائستہ خان نے دعویٰ کیا ہے کہ آج کل مارکیٹ  
میں کئی ایسی کتابیں فروخت ہو رہی ہیں جو مولانا آزاد کی  
لکھی ہوئی بتائی جا رہی ہیں حالانکہ عبدالرزاق صاحب طبع آبادی  
نے ان کتابوں کو تحریر کیا تھا۔ شائستہ نے مولانا کے کئی ایسے  
تحریری نسخے اور دستاویزات تلاش کیے ہیں جن سے  
ان کی زندگی پر نئی روشنی پڑتی ہے۔

مولانا آزاد کا یہ خط کئی زادیوں سے حد درجہ اہمیت  
کا حاصل ہے۔ اول تو یہ کہ مولانا نے اپنی سن پیدائش  
۱۲۰۲ھ لکھی ہے۔ اپنی والدہ کا نام انہوں نے زینب  
لکھا ہے اور بہنوں کا خدیجہ، فاطمہ اور حنیفہ۔ مولانا نے یہ  
خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی والدہ ان کی بہنوں کی شادی  
ان کے (آزاد کے) چچا زاد بھائیوں سے کرنا چاہتی تھیں جو  
مکہ میں مقیم تھے لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو  
سکیں۔ مولانا آزاد کو اس کا بے حد قلق اور رنج رہا۔  
(بشکریہ دیوبند ٹائمز)

بقیہ ایک فرعون مسلمان ہو گیا تھا؟

بغض فی اللہ ہی کی بنا پر ہو سکتا ہے جو کہ اعلیٰ درجات ایمان  
میں سے ہے مگر جو ہستی کہ لا یصلون اللہ ما امرہم ویصلون  
مایومرون کے مصداق کی امام اور عند ذی عرش کمین طبع  
اور امین ہو، بغیر مرضی خداوندی کب ایسا فعل اور عمل  
کر سکتی ہے۔ لہذا یہ جملہ تاویلات غیر مرضی اور غیر قابل  
انتہات ہیں، قدرتِ خداوندی میں کلام نہیں، واقعات  
سے بحث ہے، واللہ اعلم۔ رحمتِ الہی کی وسعت اور انھیں  
سے معلوم ہوتی ہے اسی پر منحصر نہیں ہے۔

## مولانا آزاد کا کن پیدائش ایک حیران کن انکشاف

خدا بخش لاہوری پڑھی ریسرچ فیو شائستہ خان نے  
اپنی ریسرچ کے ذریعے یہ حیرت انگیز انکشاف کیا ہے کہ مولانا  
مولانا ابوالکلام آزاد ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئے تھے جبکہ آج  
تک ان کی پیدائش کا سال ۱۸۸۴ء بتایا جا رہا ہے شائستہ خان  
نے تحقیق کے دوران مولانا آزاد کا انہی کی تحریر میں لکھا ہوا  
ایک خط دریافت کیا ہے۔ دلچسپ اس یہ ہے کہ ۱۸۸۵ء  
کا ٹکس کا سال پیدائش بھی ہے اور شائستہ خان نے یہ حکم  
اس وقت کیا ہے جب مولانا آزاد کے یومِ ولادت کی صدی  
تقریبات منائی جا رہی ہیں۔

خدا بخش لاہوری میں مولانا آزاد پر جو سینیا منقذ  
ہوا تھا اس میں اپنا حوالہ پڑھتے ہوئے شائستہ خان نے  
یہ انکشاف کر کے حاضرین کو چونکا دیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے ایک عزیز دوست  
یوسف رنجور (پٹنہ) کو لکھا تھا۔ رنجور کا تعلق پٹنہ کے اس  
صدیقی خاندان سے تھا جو جنگِ آزادی میں ہمیشہ پیش پیش  
رہا۔ یہ خاندان اس صدی کے شروع میں کلکتہ میں جا بسا  
تھا اور رنجور صاحب کو کلکتہ ہی میں مولانا خطوط لکھا کرتے  
رنجور کو مولانا نے جولائی ۱۹۰۳ء میں خط لکھا تھا جس  
میں انہوں نے اپنی پیدائش کی تاریخ ۱۲۰۲ھ بتائی ہے جو  
۱۸۸۵ء یا ۱۸۸۶ء کے ابتدائی ماہ ہو سکتے ہیں۔

شائستہ خان مولانا آزاد کی سوانح لکھ رہی ہیں جس  
میں کئی نئے اور نمان گوشوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ ان کا



فلما احتوابنا اذا هم  
سمايركفرون لا تركفوا رجوا  
الما ازنتو فيه وما كنتم  
لعلكم تستلون، قالوا يا ايها  
كنا حسنين، فبازالت تلاك وعاهد  
حق جعلنا حمية اخاميين  
(نبي: ۲۵)

گھروں میں شاید تم کو کوئی پوچھے۔ کسے لگے نائے خرابی  
ہماری، ہم تھے گزگار، پھر برابر یہی رہی ان کی فریاد یہاں  
تک کہ ڈھیر کر دیے گئے کاٹ کر بجھے پڑے ہوئے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:  
فلولا كذات قرية امت فسنعبا  
يسانها الا توربون لستنا انسا  
كشفا عنهم عذاب الحنزي  
الحيوة الدنيا متعنا حوالى  
حين (پ: ۱۰۰-۱۰۱)

ہم نے ان پر سے ذلت کا عذاب دنیا کی زندگی میں اور فائدہ  
پہنچایا ہم نے ان کو ایک وقت تک۔

الغرض عذاب کے دیکھنے کے بعد ایمان لانا نافع دینا  
اس قاعدے کے سحر صرف قوم یونس علیہ السلام کو مستثنیٰ  
قرار دیا گیا ہے، جس کی وجہ یہ تھی کہ حقیقتاً ان پر عذاب نہیں  
آیا تھا بلکہ حضرت یونس علیہ السلام کی جلد بازی کی بنا پر عذاب  
عذاب نردار کی گئی تھی۔ ادھر حضرت یونس علیہ السلام پر  
اس جلد بازی پر مقابلات متعدد وارد کیے گئے تھے۔ اس  
قاعدے کے کورہ نسا میں مندرجہ ذیل کلمات کے ساتھ شرح  
فرمایا گیا ہے:

وليت التوبة فدين يمينون اور ايسون کی توبہ نہیں  
تسليت حق اذا حضرا دم جو کیے جاتے ہیں  
الموت مثال ان ثبت الجن فلا الذین برے کام، یہاں تک

یسوقون وحکم خداوند اس کا کہ جب سامنے آجانی  
استدنا لعم عذاب الیسا۔ ان میں سے کسی کو توبہ  
تو کئے لگا: میں توبہ کرتا ہوں اور نہ ایسوں کی توبہ جو کہ مرتے ہی  
حالت کفر میں، ان کے لیے توبہ کرنے تیار کیا ہے عذاب  
دردناک (پ: ۲۵)

جس نے صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ موت حاضر ہو جانے  
کے وقت میں (جب کہ علاماتِ موت ظاہر ہو جائیں اور انسان  
کو عالمِ عیب کی اشیاء دکھائی دینے لگے) توبہ مقبول نہیں  
ہے۔ نہ عذابِ دنیوی دُور ہوتا ہے اور نہ عذابِ آخرت سے  
رستگاری ہوتی ہے، نیز ان آیات نے صاف طور پر یہ بھی  
ظاہر کر دیا کہ فرعون جس نے، اور اکِ فرعون اور عذابِ الہی کے  
مشاہدے کے بعد ایمان کے کلمات کہے، وہ ایماندار عند اللہ  
اور عند الشرح نہیں ہوا اور اس کی توبہ مقبول نہیں ہوئی۔  
اور اکِ فرعون کا مرتبہ ترویتِ غلابِ الہی اور دیتِ یا مخرج لوزی  
سے بعد کا ہے جب کہ رویت ہی سے ایمان کا نفع دینا  
منوع ہوجاتا ہے تو اور اکِ عذاب سے بدرجہ اولیٰ منوع ہوگا۔  
حضرت موسیٰ کا فرعون اور فرعونین کے لیے بددعا میں ارشاد  
فرمانا فلا یوفنوا حتی یروا العذاب الالیم خود اس کے  
لیے شاہد مل ہے۔ اگر ایسے وقت میں ایمان نافع ہوتا تو اس  
بددعا کے کوئی معنی نہیں تھے، حالانکہ یہ دعا مقبول ہوئی اور  
فرمایا گیا، قد اجیبت دعوتکمما اور اس بددعا کا بھی اثر تھا  
کہ فرعون نے مرتے وقت تک ایمان قبول نہ کیا، بلکہ حال انہ  
آیات سے جو حکم اور قلعہ خداوندی مفہوم ہوتا ہے وہ نہایت  
قوی ہے اور فصوص الحکم میں جو استدلال ذکر کیا گیا ہے وہ اس  
کے مقابلے میں کوئی بھی وقعت اور قوت نہیں رکھتا۔  
غور فرمائیے۔

فرعون کے متعلق آیتِ خصوصہ بھی جو یہی کی تائید کرتی ہے  
سورۃ ہود (علیم السلام) رکوع ۹ میں فرمایا جاتا ہے۔

ولمعه ارسلنا موسى باياتنا (ترجمہ) اور البتہ ہم بھیج  
 وسلطان مبین الی فرعون چکے میں روسی کو اپنی  
 وعلانہ فاتبعوا امر فرعون وما نشانیاں اور دشمنی  
 امر فرعون برشید بستم فرمے نے کہ فرعون اور اس کے  
 يوم القيامة فلنؤذنه النار دستان آوردہ اور دشمنی  
 وبستم الورد المورودہ واشبعنا فرعون کے پاس پھر  
 في هذه لعنة يوم القيامة بش اور ہمیں بات فرعون کی  
 الزند المرغود۔

کچھ کام کی۔ آگے بڑگا اپنی قوم کے قیامت کے دن پھر  
 پینپائے گا ان کو آگ پر اور بڑا گھاٹ ہے جس پر پینچے،  
 اور تیکھے سے متی رہی اس جہاں میں لعنت اور دن قیامت  
 کے بھی، بڑا انعام ہے جو ان کو ہلا

آیت مذکورہ بالا بقدم قرآن کے جملے پر غور کریں اگر  
 اسکا ایمان عمدتہ معتبر ہوتا ہے تو دوزخ کے وارد کرنے  
 میں وہ سب سے آگے آگے کیوں ہوتا اور دنیا و آخرت میں  
 لعنت کیوں اس پر کی جاتی، بالخصوص صاحب قصص کے اس  
 قول کی بنا پر فقہانہ ظاہر الامطہ السین فیہ شیئی من  
 الحیف لانه قبض عنه ایمان قبل ان یکتب شیئا  
 من الاثم والاسلام والاسلام یجب سابقہ (فرعون دنیا سے ظاہر  
 اور مطہر مراء، اس کے اندر کوئی گناہ نہیں رہا۔ کیونکہ اس کی موت  
 قبل اس کے کہ کچھ گناہ کرے ایمان کے ساتھ ہو گئی اور اسلام  
 ماقبل گناہوں کو محاذ قطع کر دیتا ہے) تو اس آیت کے کوئی  
 معنی ہی نہیں ہوتے اور بالکل ہی ناقض لازم آتا ہے۔

نوٹ: یہ تاویل کرنا کہ ضمیر صرف لاد کی طرف راجع  
 میں فرعون اس میں داخل نہیں ہے، خلاف عربیت اور ظاہر  
 سان محل ہے بالخصوص جبکہ بقدم اور قومہ کی ضمیر خصوصیت  
 کے ساتھ فرعون ہی کی طرف راجع ہوتی ہے، اس لیے لاد  
 کی ضمیریں مجروح کی طرف ہی ماند ہوں گی۔  
 نیز یہ تاویل کہ وہ اپنی قوم کو تو داخل فی النار لاد کے

گا مگر خود داخل نہیں ہوگا بالکل غلط ہے۔ اگر اس کا امر بالصیغ  
 معصیت نہیں رہا تھا اور اسلام نے حسب ارشاد واجب  
 ماقبل گذشتہ کو مکر کر دیا تھا، تو پھر یہ جزا بقدم قرآن کیوں  
 دی گئی اور وہ اگر اکار کیوں بنایا گیا اور جب کہ وہ ظاہر اور  
 مطہر میں فی شیئی من الحیف ہے ترقیامت میں یہ معاملہ کیوں  
 ہے، ایسے لوگوں کے لیے تو ارشاد کیا گیا ہے، لایسعون  
 حسیسہما یزدوزخ کی گری اور تخیض زفر و شتی وغیرہ سیرۃ  
 سبعین سنہ تک پہنچتی ہے، کیا اس ایلا د قوم میں وہ خود مذاب  
 میں مبتلا نہیں ہوگا۔ سورہ قصص رکوع ۴ پارہ ۲۰ میں ہے:

واستکبرکھود وجنودہ فی الارض اور بڑائی کرنے لگے وہ  
 بعیر الحق و ظنوا انہم الی لا اور اس کے شکر تک  
 یرجعون فسخذناہ وجنودہ فنبذنا میں، اسحق اور سب سے کہ وہ  
 حکم فی الیہ فانظر کیف کان عاقبۃ الظالمین، ورجلنا  
 حمد اسمہ یدعون الی النار گئے، پھر کھڑا ہم نے اس  
 و یوم النسیحۃ لا ینصرون واشبعنا کو اور اس کے شکر دل کو  
 حشر فی هذه النسیحۃ و یوم القیامۃ حشر من المضجرحین۔  
 ان کو دریا میں سو دیکھ لیا

کیسا انجام ہما گنگا دونوں کا اور کیا ہم نے ان کو پیشا کر بلا تے  
 ہیں دوزخ کی طرف اور قیامت کے دن ان کو مدد نہ ملے گی اور کچھ  
 رکھ دی ہم نے ان پر اس دنیا میں پھٹکار اور قیامت کے دن  
 ان پر رانی ہے۔

ان آیات پر غور فرمائیے، اشک بار کی معصیت میں  
 فرعون کی نسبت خاص طور پر ذکر کی گئی اور پھر مابعد کی ضمیر  
 مجروح کی طرف ماند کی جارہی ہیں نیز اسمہ یدعون الی النار  
 کا حقیقی مصداق خود فرعون ہے، اس کے تلا کے لوگ تو ثانیاً  
 وبالعرض ہوں گے اور ان سب کو قیامت میں مقبرہ فرماتے  
 ہیں، کیا ایمان اور اس کے آثار کے ہوتے ہوئے یہ جو ہمیں  
 سرتب ہر سکتی ہیں، آیت :-



# دشمنانِ مصطفیٰ ﷺ کے ناپاک منصوبے

## اور خلقِ محمدی کی عجزِ آفرینیاں

□ پر ذیبر غلامِ رسولِ عظیم □

والله متعز نورہ ولو کرہ الکضرون ۳  
وہ دکھتا رہتا ہے جس کو اللہ کے ذکر اپنے مومنوں  
سے بچا دیں (درآئی لیکھا اللہ اپنے ذکر کو مکمل کر کے  
رہے گا خواہ یہ بات کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ  
گزرے۔

سرورِ عالم کی زندگی کے تیرہ برس میں کفار و مشرکین نے  
انتہائی کوشش کی کہ وہ نخلِ اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ  
پھینکیں جب آقائے دو جہاں نے سینے کو مستقر بنایا تو  
یہود و منافقین نے اپنی ناپاک سازشوں سے شجرِ اسلام کے  
استیصال میں کوئی دقیقہ فرما رکھا نہ کیا۔ وہ بے بصیرت  
جانتے تھے کہ اس درخت کے مال نے اسے ہر طرح کی  
آذھیوں اور طوفانوں سے محفوظ و مصون رکھنے کا عہد کر رکھا

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون

کج فکر معاذین اس نکتے کو سمجھنے سے قاصر تھے کہ جب  
ایک عظیم الشان انسان کو مامور کیا جا رہا ہے تو کیا اس انسان  
کامل کو دشمنوں کے قبضے میں دے کر اس کی ماموریت  
کو معرضِ خطر میں ڈال دیا جائے گا۔ دشمنوں کا مامورین اللہ  
کو ہلاک کرنا اصل میں اللہ کی ماموریت کو کھٹا چیلنج ہے۔  
اس لیے آمر نے مامور کی حفاظت کی پوری پوری ذمہ داری  
کا اعلان فرمادیا۔

رَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (۲۳)

پہلے کہو اہوتا ہے یہ ہر دور کی مانی ہوئی حقیقت ہے۔  
عرضِ دہر میں جب بھی کوئی سپہانی اُبھری۔ ہرزمانے کے  
حق نامہ شناس لوگوں نے اس پر زبانِ طعن دراز کی بلکہ باوقار  
مقابلے کی ٹھان لی۔ کیسے ممکن تھا کہ دنیا کی سب سے بڑی  
صداقت کا ظہور برادر وہ بغیر کسی پس و پیش کے تسلیم کر لی جائے۔  
یہ صداقت سرزمینِ عرب سے اُبھری تو ایک زمانہ اس کے  
درپے آزار ہو گیا۔ اپنے آپ کو منوانے کے لیے حقیقتِ ابدی  
کو سینوں میں ساواں لگے تاہم

ظہر حقیقت خود منوالیتی ہے مانی نہیں جاتی

۲۳ سال میں یہ عظیم صداقت مانی گئی اور اس شان  
سے مانی گئی کہ دنیا انگشت بدندان رہ گئی

فلک گفت احسن ملک گفت واہ

آفتاب تروت جبرہ طراز ہوا تو اس کی جبرہ ریزوں نے  
ایک عالم کو متور کر دیا مگر اس چمکتے اجالے میں بھی بعض شیر و چیم  
اسلاف کی ابدھی تقلید بولنے غرض اور سوامی کی رسومِ باطلہ کے  
اندھیوں میں ٹانگ ڈٹیاں مارتے رہے۔ صرف یہی نہیں کہ وہاں  
تیرگی میں جھٹک رہے تھے بلکہ وہ اس خورشیدِ جہاں تاب کو  
اپنی پھونکوں سے بجھانے پر اتر گئے تھے۔ ان عقل کا بھولنا  
کو کیا معلوم تھا کہ

ظہر پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا جائے گا

بریدون لطفون انور اللہ بانواہم

(اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا)

اسی فکری نارسائی کی بنا پر کبھی ایسا ہوا کہ ایک شخص نے انفرادی سطح پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے خاتمے کی کوشش کی جیسے مکی دور میں عقبہ بن ابی معیط نے حضور کے گلے میں چادر لپیٹ کر اس نذر سے بل دیا اور لہا مبارک بھینچ گئی۔ قریب تھا کہ دم گھٹ جائے۔ اتنے میں صدیق اکبر نے آپینچے۔ عقبہ کو دھکے دے کر الگ کیا اور یہ آیت پڑھی:

الْقَتْلُونَ رَجُلًا اَنْ يَتَوَلَّوْا رَبِّيَ اللّٰهَ وَقَدْ  
جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ . (۳۸)

(کیا تم ایسے شخص کو مائے ڈالتے ہو جو نبی  
توکتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارا  
پاس روشن دلائل لے کر آیا ہے)۔

تمہیں آپ کو گرفتار کر کے اعدائے اسلام کے قبضے  
میں دینے کی کوشش بھی کی گئی اور یہ گرفتاری جان لیوا  
بھی ثابت ہو سکتی تھی جیسے سفر ہجرت میں سراقہ بن مالک  
بن جشم نے تعاقب کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار  
کرنا چاہا تھا۔

شعب ابی طالب میں ہمیں سال کی مصوری پوسے  
معاشرے کی طرف سے ہلاکتِ رسول ہی کا ایک حربہ تھا۔  
لیکن ان مخزومی سرگرمیوں اور اسلام دشمن کارروائیوں  
میں سب سے زیادہ گناہ کرنے اور مکروہ جرم وہ تھے جو  
سرور کائنات کے قتل کے ناپاک منصوبوں کی صورت میں ظاہر  
ہوئے۔ ادھر دشمنانِ بداندیش قتل کے منصوبے سوچتے  
سازشی میٹنگیں ہوتیں، قاتلانہ حملے کیے جاتے ادھر  
شانِ رحمتہ للعالمین اور زیادہ نکھر کر سامنے آتی۔ خیریت  
قاتل خلقِ محمدی کے گھائل ہو کر ٹپتے۔ شکاری خود شکار  
ہوتے اور کارکنانِ قضا و قدر پکاراٹھتے

ظہر آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

کتب سیرت میں یہ واقعات کبھی سے  
پہلا منصوبہ پڑے ہیں۔ ان سطور میں انہیں

اجزائے پریشاں کو یکجا کیا جا رہا ہے۔ ابھی کوئی چالیس روز  
اور گیارہ عورتیں حلقہٴ بگوشِ اسلام ہوئی تھیں۔ نبوت کا  
چھٹا سال تھا۔ ایک روز جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم  
نے قریش کی چہرہ دستیوں اور مسلمانوں کی کمزوری کے پیش نظر  
بارگاہِ ایزدی میں دعا کی

اللّٰهُمَّ اَيِّدِ الْاِسْلَامَ بِاَبِي الْحَكَمِ بْنِ هِشَامٍ

او بصر بن الخطاب

دُعا درجا جابت تک پہنچی ادھر عمر بن خطاب (جو  
اس وقت تک مسلمانوں کے سنت دشمن تھے) کی بہن فاطمہ  
اور ہمنوی سعید بن زید مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ عمر  
اس راز سے واقف نہ تھے۔ وہ تلوار لٹکانے ہوئے  
کوہ صفا کے دامن میں دارالرقم کی طرف اس ارٹ سے  
سے چلے کہ آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا خاتمہ کرنے  
جاتا ہوں۔ راستے میں نعیم بن عبد اللہ سے ملاقات  
ہوئی۔ یہ بھی درپردہ مسلمان ہو چکے تھے۔ تیز دیکھ کر  
نیت کا فتور بھانپ گئے۔ پوچھا کہاں کا ارادہ ہے۔  
عمر نے مدعا بیان کیا۔ نعیم بولے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ  
اگر تم یہ کام کر بھی گزے تو کیا بنی عبد مناف تمہیں روکھے  
زندہ چھوڑ دیں گے۔ دوسرے یہ کہ پہلے اپنے گھر کی خبر تو  
لو۔ تمہارا بہن اور ہمنوی حلقہٴ بگوشِ اسلام ہو چکے ہیں۔ عمر نے  
کے بغض و غضب کی انتہا نہ رہی ذرا لوٹے۔ بہن کے  
گھرنے۔ اندر سے تلاوتِ کلامِ النبی کی آواز سنائی دی۔  
دردازہ کشکشا یا تو انہوں نے قاری حضرت جناب بن  
الهدی کو الگ کر دیا۔ اور ان چھپا لیے۔ عمر نے آکر پوچھا  
تو یہ طرح بے گئے۔ اس پردہ ہمنوی پر پیل پڑے۔ بہن

فرمایا۔ سر نہیوڑائے ہوئے عمر بڑھو۔ یا رسول اللہ جنتک  
لاؤمین باللہ و برسولہ و بیکما حبار من عند اللہ۔

یا رسول اللہ! اللہ اور اس کے رسول اور قرآن پر  
ایمان لانے کی غرض سے حاضر ہو رہے ہیں۔

حضرت صل اللہ علیہ وسلم نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ نضائے مکہ  
نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھی۔ کعبے میں اذان و نماز کا آہام

سرزمین مکہ تہم ایمان کی نشوونما  
دوسرا منصوبہ کے لیے زرخیز ثابت نہ ہوئی۔

وہ شاخ اٹھی جسے ایک روز برگ و بر پیدا کرنے تھے مکہ  
کی ناخوشگوار نضائیں پنپ نہ سکی تھیں۔

عقیدہ قرینیت مسلم کشود

از وطن آقائے مہجرت نمود

ہجرت کے تیرہویں سال اکثر مسلمان راہِ خدا میں اپنے  
گھر کو خیر باد کہہ کر کوئی پرانے تین سویل دورِ شرب میں جا تقیم  
ہونے تھے۔ قریش موسم کر رہے تھے کہ ایک دن رسالتِ ب

صلی اللہ علیہ وسلم (خود بھی مکہ چھوڑ دیں گے۔ اس خطے  
کے پیش نظر مکہ کے پبلک آل دارالندہ میں ایک خصوصی اور  
ہنگامی اجلاس ہوا جس میں ایک بہت بڑی سازش کا منصوبہ  
بنایا گیا۔ اس شینگ میں ایک دو نہیں تھے کی غیر مسلم اکثریت  
کے سارے ہی فائدے شریک تھے۔ دوسروں کے علاوہ  
قریش کے سات قبیلوں کے چودہ سربراہوں نے لیڈر پیش پیش  
تھے۔ ان کی تفصیل یوں ہے۔

① بنو نفل سے طعیہ بن عدی، جبیر بن مطعم اور حارث

بن ماسر بن نفل

② بنو عبد شمس سے عقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور

ابو سفیان بن حرب

③ بنو عبد الدار بن قصی سے نضر بن حارث بن کلدہ

④ بنو اسد بن عبد العزیٰ سے ابو لہب بن عبد شمس

بچ میں آئیں تو ان کو بھی لہولہان کر دیا۔ پانی سر سے گزر گیا  
تو دونوں میاں بوی نے کھل کر کہہ دیا

قَدْ اسْتَمَلْنَا مَنَا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ فَاَصْنَعْ  
بِذَ الْيَكِّ

ہم تو مسلمان ہو گئے ہیں اللہ اور اس کے  
رسول پر ایمان لاپچکے ہیں۔ آپ سے جو کچھ  
ہو سکے کر دیجئے۔

اب عمر پیسے۔ دل کی دنیا بدل چکی تھی۔ منصور بہت  
خاک میں مل گیا۔ قبریت اسلام کا سیلان دکھایا۔ آیات  
الہیٰ سننے کی فرمائش کی۔ بہن نے غسل کروا کر کپڑے بدلے۔  
حضرت خیاب بن الارت نے بھی نکل آئے۔ اس موسم سے  
قرآن پڑھا کہ عمر کی تقدیر لپٹ گئی۔ سورہ حدید تلووت کی  
جاری تھی۔ ساتویں ہی آیت پر جب امینوا باللہ و رسولہ  
تک پہنچے تو عمر جنہیں فاروق اعظم نے بنا تھا بے اختیار  
پکار اٹھے

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ

اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

تھوڑی ہی دیر بعد عمر مراد رسول بن کر تسلیم فرم  
کیے دار ارقم کی جانب بڑھ رہے تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ  
علیہ وسلم چند اصحاب کی معیت میں یہیں تشریف رکھتے  
تھے۔ حضرات حمزہ، ابوبکر، علیؓ اور دیگر شائقینِ اذلیں خدا  
قدس میں حاضر تھے۔ شمشیر بدست قاتلِ پیغامِ نبوی (قرآن  
کا گھائل برچکا تھا۔ کسی نے بند دروازے سے جھانک  
کر دیکھا سب سے ہرے انداز میں عرض کیا یا رسول اللہ!  
عرض آ رہا ہے۔ حمزہ بڑھ بڑھے۔ اگر خیر کی نیت سے آیا ہے  
تو آنے دو ورنہ اس کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دیں گے۔  
یہ آن پہنچے۔ اجازت ملی اندر آگے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم نے زور سے چادر کھینچ کر آنے کا سبب دریافت

زمر بن اسود بن عبد المطلب اور حکیم بن حرام

- ⑤ بز مخزوم سے ابو جہل بن ہشام  
 ⑥ بز سم سے زین بن حجاج اور زبیر بن حجاج  
 ⑦ بز جمح سے اسیر بن خلف

بجائت بجائت کی برلیاں برلی جانے لگیں۔ طحطیح کی تجویزیں زیر غور آئیں۔ ایک بولا اے زنجیروں میں جسکو کر مجھوس کر دیا جائے۔ اس پر ایک شیخ صورت ابلیس نے کہا بنی عبد مناف اور پیرانِ سلام اسے چھڑا لیں گے۔ دوسرے نے مشورہ دیا کہ یوں نہ اسے جلا وطن کر دیا جائے پھر وہ جانے اور اس کا کام۔ اس پر پھر نبھا لیں بولا۔ اس کی شیرینی باین سے تو تم سب راقف ہو۔ جلا وطنی سے وہ پورے عرب میں معروف و مقبول ہو جائے گا۔

آخر الامر مخزومی گرگ باران دیدہ ابو جہل بن ہشام کی یہ تجویز اتفاق رائے سے منظور ہوئی کہ تمام قبائل میں سے چند تجربہ کار تیغ زن جن لیے جائیں اور وہ کیا بارگی محمد پر ٹوٹ پڑیں۔ اس طرح بز عبد مناف کو کسی ایک فرد یا قبیلے کی بجائے تمام قبائل سے ٹکر لینا پڑے گی۔ وہ ان سے رزہ ناکر کیا دیت کا مطالبہ بھی نہیں کر سکیں گے۔ ان میں ان سے پیٹنے کی بہت ہی نہیں۔ ان کے پیروکار بھی سب کو مورد انتقام نہیں بنا سکیں گے۔ اللہ دارالندوہ میں یہ سازش کی جا رہی ہے اور رب ذوالجلال اس سازش کی ناکامی کا بھرپور اعلان فرما رہا ہے

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُبْتُوكَ أَوْ يَخْتَلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ. وَيَمْكُرُونَ  
 وَيَمْكُرُ اللَّهُ. وَاللَّهُ خَيْرٌ مِنَ الْكَافِرِينَ. (۳۶)

اور کفار جب آپ کے خلاف تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر ڈالیں یا جلا وطن کر ڈالیں۔ وہ داؤ پر تھے۔ اللہ ان کے داؤ کو غلط کر رہا تھا اور اللہ چالوں کو سب

سے بہتر ناکام بنانے والا ہے۔

ادھر اس منڈلی نے یہ تجویز یا اس کی ادھر سرور عالم نے بشارہ دہی النبی ہجرت کا اڑدہ فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ کو ان کی درخواست پر شرفِ معیت بخشنے کے لیے پہلے ہی مطلع فرمایا۔ عم زاد حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا۔ آج میری خضری سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو رہا اور صبح کے وقت یہ باتیں ان کے مالکوں کے سپرد کر کے دینے چلے آنا۔

جب رات کی تاریکی چھائی تو معاذ بن کثر کی شمشیر باز ٹوٹی مجوزہ پروگرام کے تحت اپنی ڈیڑھی پر آن حاضر ہوئی۔ خانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محاصرہ کر لیا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک تھائی رات گزرنے پر سورۃ بقرہ کی تلاوت کرتے ہوئے باہر نکلے۔ محاصرین پر گرا بدمعاش طاری ہو گئی۔ حضورؐ زین

آیت پر پیٹے تو زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے

رَجَعْنَا مِنَ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ فَاسَتْخِنْتَهُمْ فَهُمْ لَا يُمْسِرُونَ (۳۶)

ہم نے ایک دیوار ان کے آگے کھڑی کر دی اور ایک دیوار ان کے پیچھے ہم نے انہیں صاف دیا ہے انہیں اب کچھ نہیں سوجھتا۔

ایک مٹھی خاک محاصرین کے سروں پر پھینکی اور باہر نکل آئے حضرت ابو بکرؓ کے ٹھکر پیٹنے جو پہلے سے چشم براہ تھے یہاں سے شکر کہ سے جزوی جانب خار ٹور میں پہنچ گئے۔

یہ ناپاک منصوبہ بھی ناکام ہو گیا۔ کیوں نہ ہوتا خدا نے عزوجل نے اپنے محبوب کی محافظت کا خود بندوبست فرمادیا تھا۔

۱۰ رمضان المبارک ۳۶ھ کو میدانِ قیسر منصوبہ بدر میں کفر و اسلام کا پہلا معرکہ کا نثار گرم ہوا۔ مسلمانوں کو عظیم فتح ہوئی۔ قریشِ خائب و خاسر لڑنے سان کے دل و دماغ میں شکست خوردگی کے بعد بغض و عناد کا اللہ جل رہا تھا۔ کسانِ غلابان محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

پر جو روحِ جنا کے پہاڑ توڑنا اور کہاں یہ ذلتِ امیرِ ہزیمت  
ظہر ہر شخص جل رہا تھا عداوت کی آگ میں

عمر بن وہب اور صفوان بن امیر بھی انہی معاندین  
اور اقس زبیر یا لوگوں میں سے تھے جن کے لواحقین یا تو مدین  
بدر میں کام آئے یا بحالتِ امیری تھے۔ دونوں بدر کے  
اگلے روز مکہ سے باہر ایک ویران جگہ میں ملے۔ صفوان کا  
باپ امیر مقتولین بدر میں سے تھا اور عمر کا بیٹا وہب  
مدینے میں بنی زریق کے رفا بن رافع کا قیدی تھا۔

آتشِ غضب و عداوت میں جلتا ہوا عمر بولا۔ اگر  
مجھ پر قرض نہ ہوتا اور مجھے اپنے الہی وصال سے فراغت  
ہوتی تو میں مدینے جا کر محمدؐ کا سر قلم کر دیتا۔ صفوان جو قتل  
بدر کا زخم کھائے ہوئے پہلے ہی بھرا بیٹھا تھا جھٹ  
بول اٹھا۔ میں تیرا قرض چکا دوں گا اور تاحیات تیرے  
بال بچوں کی کفالت کروں گا۔ تو یہ کام کر گزار۔ دونوں یہ بھی  
مکمل تمناؤں میں کسے تھے۔ چنانچہ رازداری کا عہد و پیمان  
ہوا۔ عمر نے اپنی تلوار تیزی اور سرد عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے قتل کے ارادے سے مدینے کی راہ لی۔ مدینے پہنچا تو  
مسجد نبویؐ کے سامنے اونٹ بٹھایا۔ ادھر حضرت عمرؓ دوسرے  
مسلمانوں کے ساتھ فتح بدر کے بے میں فضلِ خداوندی  
پر بات چیت کر رہے تھے۔ اونٹ کے جبلانے سے عمر  
کریچھا۔ دیکھتے ہی سمجھے کہ یہ شیطان بے سبب نہیں آیا۔  
ضرور اس کی نیت میں فتور ہے۔ اس کی توار کے قبضے  
کو سنبھال کر دوں سے پکڑ کر بارگاہِ نبوت میں پہنچے۔ رومہ  
للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ پھر اس  
سے آنے کا سبب دریافت فرمایا۔ بولا۔ اپنے بیٹے وہب  
بن عمر کی رائی کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ پھر استفسار فرمایا  
کہ کی اصل وجہ کیا ہے؟ وہ پھر مٹال گیا۔ اس پر عمر نبویؐ  
کا اجماز رنگ لایا۔ فرمایا کیا تم اور صفوان بن امیر سنان جگہ

میں بیٹھے ترمین کے اصحابِ انقلاب لگد پاتیں نہیں کر رہے  
تھے؟ پھر تو نے صفوان بن امیر سے نہیں کہا تھا کہ اگر مجھ  
پر قرض کا بذر نہ ہوتا اور اہل و عیال کا بار نہ ہوتا تو میں محمدؐ  
کو قتل کر دیتا اور اس نے ذر اٹھایا تھا۔

عمر بول اٹھا۔ اَشْهَدُ اَنْكَ رَسُولُ اللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ  
ہم آپ کی ساری خبروں کی تکذیب کیا کرتے تھے مگر یہ بات  
تو میرے اور صفوان کے علاوہ کسی تیسرے شخص کو معلوم نہ تھی۔  
فَاللّٰهِ لَلذِّیْ هَدَانِیْ لِلْاِسْلَامِ

کعب بن اشرف یہودی جو مدینے  
پہنچا منصوبہ میں سرد عالم کا بدترین دشمن تھا۔  
یہودیت کا پڑ جو ش حالی و مبلغ تھا۔ بڑا قادر الکلام شاعر تھا۔  
بدر میں مشرکین مکہ کی عبرت ناک شکست کے بعد مکے جا کر  
مقتولین بدر کے ریشے پڑھ پڑھ کر دوزخ کو لانا اور مادہ  
انتقام کرنا۔ واپس مدینے آیا تو سرد عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے خلاف دریدہ دہنی کو اپنا شعار بنایا۔ نابکار جگہ جگہ  
رسول کرنا۔ اس کے دل میں اس قدر بغض و عناد بھرا  
ہوا تھا کہ اس نے تصد کیا کہ چپکے سے آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کو قتل کرے مگر قرآن کے اس فیصلے وَلَا یَجِیْقُ  
الْمُکْرَ السَّیِّئُ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (بڑی چال چلنے والے ہی کو لے  
بیٹھتی ہے) کے صدقِ خودی محمد بن سکر کے ہاتھوں سے  
کیسے کر دار کو پہنچا۔

پانچواں منصوبہ حادثہ فاجعہ بزمِ معزز (مغزوم)  
کے بعد حضرت عمر بن امیر  
العنبری جب مدینے کی راہ میں ایک درخت کے نیچے  
آرام کر رہے تھے قبیلہ بنی عامر کے دو شخص اس درخت کے  
نیچے آکر ٹھہر گئے۔ عمر بن امیرؓ شہدائے بزمِ معزز کے ہم  
نہ حال بھی تھے اور بنی عامر کی قسادت پر غصے سے بھرے  
ہوئے بھی۔ انہوں نے ان دونوں کو دشمن جان کر موت

کے گھاٹ آتا دیا حالاکہ حضورؐ ان دونوں کو جان کی امان دینے چکے تھے۔ جب اس واقع کی اطلاع سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو بیر معزز میں اس قبیلے کے مظالم کے باوجود فرمایا ان کی دیت مجھے ادا کرنا ہوگی۔ قبیلہ بنی عامر یہود کے قبیلہ بنی نضیر کا حلیف تھا۔ چنانچہ سرور عالم یہود کے قبیلہ بنی نضیر میں اس غرض سے تشریف لے گئے کہ ان سے قبیلہ بنی عامر میں اس غرض سے تشریف لے گئے کہ ان سے قبیلہ بنی عامر کے خون بہا کے بارے میں استفسار فرمائیں کہ ان کے ان دیت کا دستور ہے۔ حضورؐ کی تشریف آوری پر بنی نضیر نے اس سلسلے میں بظاہر مثبت رویے کا اظہار کیا اور کہا کہ جس طرح حضورؐ چاہیں اسی طریقے سے دیت ادا کر دیں۔

پھر یہ نابکار الگ ہوئے اور مشورہ کیا کہ اس سے اچھا موقع کیا ملے گا حضورؐ دیوار کے قریب ہیں۔ کوئی دیوار پر چڑھ کر پتھر لڑھکا دے۔ بد بخت عمرو بن جاش بن کعب نے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ وہ کوٹھے پر چڑھا ہی تھا کہ سرور عالم نے فریاد سنا اور اطلاع غیبی سے معلوم کر لیا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ آپ اس جگہ سے فی الفور ہٹ گئے۔ اٹھے اور واپس مدینے تشریف لے آئے۔ اس سفر میں حضرات ابو بکرؓ، عمرؓ اور علیؓ بھی شرفِ ہجرت سے مشرف تھے۔ کعب بن اشرف کے ناپاک منصوبے کے بعد قتلِ رسولؐ کا یہ منصوبہ بھی خاک میں مل گیا۔

مشرکین مکہ غزوةٴ احزابؓ میں چھٹا منصوبہ ایک اپنے کسبل دکھاتے ہے مگر اس جنگ نے ان کی سیاسی طاقت قریب قریب ختم کر دی مگر اب مدینے کے یہودی اور منافق سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن تھے۔ کعب بن اشرف کے انفرادی بنی نضیر کے اجتماعی منصوبہ قتل کے بعد یہود نے ایک اور منصوبہ بنایا۔ سحر میں خیبر فتح فرما حضورؐ ابھی خیبر ہی میں

تشریف رکھتے تھے کہ سلام بن مشکم یہودی کی بیوی زینب بنت الحارث نے پورے فتوریت سے حضورؐ کی دعوت کی۔ بکری کا گوشت لپکایا اور اس میں زہر ملا دیا۔ یہ تک معلوم کر لیا کہ حضورؐ بکری کے گوشت کا کونسا حصہ زیادہ پسند فرماتے ہیں۔ چنانچہ اس حصے کو زیادہ سموم کر دیا۔ جب حضورؐ نے کھانا تناول فرماتے کے لیے دست مبارک بڑھایا تو اعجازِ نبوت کی اثر آؤنی سے گوشت کے زہر بلا ہونے کا راز آپ پر آشرف ہو گیا۔ فی الفور کھانے سے دست کش ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ تھوڑا سا چکھا بھی تھا۔ ایک صحابی بشر بن براہن المعروف نے ایک لقمہ کھایا۔ کھانے سے فوراً ماتمہ اس لیے نہ کھینچا کہ حضورؐ کے سامنے سو داہلی ہوگی۔ وہ موقع پر یا بروایت ایک سال بعد انتقال کر گئے۔

بعد میں حضورؐ نے اس عورت کو بلایا۔ پوچھنے پر عورت نے گوشت سموم کرنے کا اقرار کیا۔ اس سازش کے اہم عمل مجرموں سے جو سبب منظر میں ہے تھے، پوچھ گچھ کی گئی تو وہ بھی اس اذادہ قتل کے معترف ہو گئے مگر ایک اچھا سا بیڑا تراش لیا کہ ہم نے ایسا بغرض امتحان کیا تھا کہ اگر آپ واقعی اللہ کے پتے رسول ہیں تو آپ کو خبر ہو جائے گی مگر حقیقت یہ ہے یہ یہود کا خبیث باطن اور عذر گناہ بدترا گناہ تھا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ساتوال منصوبہ روز ایک درخت کے سائے

میں استراحت فرما رہے تھے۔ تنوار ایک شاخ کے ساتھ لٹکادی تھی۔ غوث بن امرت آیا اور چپکے سے تنوار نچال لی۔ بڑی گستاخی سے سرور عالم کو بیدار کر کے کہا اب تمہیں کون بجا سکتا ہے۔ آپ نے نہایت اطمینان سے فرمایا۔ "اللہ"۔ وہ رعبِ نبویؐ سے سم کر گرا حضورؐ نے تنوار نچھال لی اور یہی سوال اس سے کیا۔ وہ حیرت وہ دہ گیا۔ لڑنے لگا۔ آپ نے فرمایا جاؤ میں بدلائیں لیا کرتا۔

## آٹھواں منصوبہ

ہجرت کا آٹھواں سال تھا  
کرنج ہو گیا۔ جاء الحق

وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا (۱۵)  
فضائے مکہ نعرہ اٹانے تکبیر سے گونج رہی تھی۔ ۲۶۰ بُت  
منہ کے بل کر ٹھوٹ پھوٹ گئے تھے۔ نرج مکہ سے اگلے  
روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم معروف طواف تھے۔ ایک  
براندیش فضالہ بن عمر نے موقع دیکھ کر قتل کا منصوبہ بنایا  
شاید اس وقت آپ اکیلے تھے۔ پوری طمانیت سے  
طواف فرما رہے تھے۔ فضالہ فوراً بھری نیت سے قریب  
آیا۔ زبان نبوت سے نکلا فضالہ آتا ہے؟ عرض کیا ہاں۔  
فرمایا۔ تمہارے دل میں کیا ارادہ ہے؟ فضالہ بولا۔ ذکر الہی  
کر رہا ہوں۔

طمع بالغیب کے حسین چہرے پر قسم کی کلیاں چمکینا  
یوں گیا ہوئے۔ اپنے لیے خدا سے معافی مانگو اور  
ساتھ ہی اس جانِ راحت نے اپنا دست مبارک فضالہ  
کے سینے پر رکھ دیا۔

فضالہ کہتے ہیں کہ مجھے اس قدر سکون و طمانیت ملی  
اور دل میں حضور کی محبت اس درجہ موجزن ہوئی کہ آپ  
سے بڑھ کر میری نگاہوں میں کوئی چیز محبوب نہ رہی۔ اگلے  
ہی لمحے وہ دشمن جان عاشقِ نادر رسول بن کر حلقہٴ اسلام میں  
داخل ہو چکا تھا۔ طواف سے فارغ ہو کر گھر کو چلا تو راہ میں  
اس کی معشوقہ ملی۔ پکارا۔ فضالہ! بات تو سنو، فضالہ  
نے سنی ان سنی کرتے ہوئے جواب دیا۔ خدا اور اس کے رسول  
ایسی باتوں سے منع فرماتے ہیں۔

۱۶ میں جنگِ تبرک سے واپس  
زوالِ منصوبہ

رسول کا منصوبہ بنایا۔ تبرک سے واپس پر یہ ٹہلی آپس میں  
آپس میں بڑی زہرناک گفتگو کر رہی تھی۔ باہمی مشورے سے

ملے یہ کیا گیا کہ جب رات کی تاریکی میں مسلمان پہاڑ سے گزر رہے  
ہوں تو حضور کو عقبہ سے نیچے گرا کر ہلاک کر دیا جائے۔ بدعت  
جلاس بن سہید نے کہا: آج رات ہم محمد کو عقبہ سے گرائے  
بغیر ذرا نہیں گئے۔ چاہے تختہ اور ان کے ساتھی ہم سے بہتر  
ہی ہوں۔ مگر ہم لوگ بکریاں ہیں اور یہ ہمارے پروردگار ہے بن  
گئے ہیں۔ گویا ہم بے عقل ہیں اور یہ سیانے۔

اس نے یہ بات بھی کہی کہ اگر یہ شخص سچا ہے تو ہم  
گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔ ان میں حض بن میر وہ شخص  
تھا جو صدقے تک کی کھجوریں ٹوٹ لے گیا تھا اور چور بھی تھا۔  
سنانق طعیم بن ابرق نے کہا۔ آج کی رات جاگو تو  
سلامت رہو گے۔ تمہارا کوئی کام اس کے سوا نہیں ہے  
کہ اسی شخص کو قتل کر دو۔

مرہ نے کہا۔ بس ہم اگر اس ایک شخص کو قتل کر دیں  
تو سب کو اطمینان ہو جائے گا۔

یہ سنانق تعداد میں کل باہ تھے۔ اہل سیر نے ان کے  
نام گزائے ہیں۔ ابو عامر جو راہب کہلاتا تھا اور حضرت  
حفظہ (غسل اللہ لکم) کا باپ تھا، ان کا سردار تھا۔

۱۔ عبداللہ بن ابی ۲۔ سعد بن ابی سرح ۳۔ ابان  
الاعرابی ۴۔ عامر ۵۔ ابو عامر راہب ۶۔ جلاس بن  
سہید ۷۔ مہج بن جاریہ ۸۔ طیح ایسی ۹۔ حسن بن میر  
۱۰۔ طعیم بن ابرق ۱۱۔ عبداللہ بن عینہ ۱۲۔ ترہ بن یح  
منصوبہ قتل یوں تھا کہ جب وہ سازش کر رہے تھے۔

سرشام ہی سرد رہ عالم نے اشارہ غیبی اور فراستِ نبوی سے  
ان کی بد نیتی کو جانپ لیا۔ ارشاد فرمایا۔ جو کوئی دادی کے  
کشاہدہ راستے سے گزرنے چاہے ادا چلا جائے مگر خود  
گھاٹی (عقبہ) سے گزرنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت حدیث  
بن میان نادر کو اٹک رہے تھے اور عمار بن یاسر نادر رسول  
کی تکمیل تھانے چل رہے تھے۔ رات تاریک ہو گئی تو یہ بارہ

سربراہی میں اپنی بساط کے مطابق ان تھک کام کر رہی ہے۔ اور اسی اسلامائزیشن کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اب مقبولہ کشمیر کا مسلمان اس تعمیر و ترقی کو دیکھ کر ہندوستان کے غاصب حکمرانوں کے خلاف میدان کارزار میں لکل پڑا ہے اور اب دادی کشمیر آگ اور خون کی لپیٹ میں ہے مگر ہندو بیٹے کی گولیاں آزادی کے جذبے کو سرد نہیں کر سکتیں۔ خلاصہ یہ جلد لانے جب دادی کشمیر پر لا الہ الا اللہ کا پرچم لہرائے اور پوری دادی اسلامی قوانین کی برکات سے مالا مال ہو۔ خدا پاکستان کے حکمرانوں کو بھی توفیق دے کہ وہ اس چھوٹی سی ریاست کی پیروی کریں۔

منافق نقاب پرش، برکھلا آور ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آہٹ پکڑ لینی سے ارشاد فرمایا کہ انہیں آگے آنے سے روکیں۔ حدیث میں ہے کہ ایک شخص کے ادب کی تھو تھنی پر ترکش ملا۔ وہ کبھے کرماز فاش ہو گیا۔ جلدی سے ٹڑے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناؤ کو تیسرا ٹانگنے کا حکم دیا۔ عقبہ سے سلامت گزر گئے۔ حدیث میں ہے کہ ان کے نام بیان فرمانے اور یہ بھی فرمایا کہ یہ مجھے قتل کرنا چاہتے تھے مگر عالم الغیب نے بروقت مجھے خبردار کر دیا۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو ایک ایک منافق کو بلا کر اس سے استفسار فرمایا کسی نے معذرت کی، کوئی شرم سے گڑ گیا۔ بعض مرتبہ برس گئے۔ مخالفی کائنات نے انہی کی بابت قرآن کریم میں بدی الفاظ تبصرہ فرمایا:

وَهُمْ أَيْحَاكُم يَبَالُغُوا (۱۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی گئی کہ آپ برقیبے کو حکم دیں کہ وہ اپنے منافق کا سر کاٹ کر حضور کی خدمت میں پیش کرے مگر شان رحمت للعالمین آڑے آئی سفرمایا۔ میں پسند نہیں کرتا کہ عربوں میں یہ چرچا ہو کہ محمدؐ نے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر اپنے دشمنوں پر غلبہ پایا پھر ان ساتھیوں کو قتل کر دیا۔

اس شان کرم، جان عضو اور سراپائے علم نے ان خون کے پیالوں کو معاف فرمادیا۔ جان کے بیروں کو مبتت فاتح عالم نے اپنا بنا یا۔ عناد بھرے سینوں کو شفقت و رأفت سے معمور کر دیا۔ وَصَلَّ اللهُ عَلَى عَلِيٍّ حَبِيبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِرَأْسِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

بقیہ آزاد جموں و کشمیر

جناب مہا بادل سردار عبدالقیوم خان اور سردار سکندر حیات کی

دور جدید کے تقاضوں اور ضروریات کے مطابق قرآن مجید کے ترجمہ و تشریح کے مفید اور مقبول نسخہ

## معالم عرفان فی دوس لقرآن

از حضرت مولانا مونی عبدالحکیم سدواتی

کی چھٹی جلد (سورۃ الانعام) مارکیٹ میں آگئی ہے  
رتبہ: الحاج لعل دین ایم اے

- کتابت و طباعت معیاری ○ صفحہ ۵۲۶
- خوبصورت مضبوط جلد
- قیمت -/۱۳۰ روپے

منے کے پتے

○ مکتبہ دوس لقرآن محلہ فاروق گنج گوہر نوالہ

○ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرہ علوم گوہر نوالہ

# آزاد جموں کشمیر

## پاکستان میں نفاذ اسلام کے قافلہ کا ہراول دستہ

وادی کشمیر کے لوگوں کو اسلام سے گہری محبت ہے اور بیشتر لوگ اسلامی احکام کے پابند ہیں۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۲ء تک مختلف حکومتیں آزاد کشمیر میں برسرِ اقتدار ہیں اور اپنی اپنی بساط کے مطابق محسوس حد تک ریاست کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی مگر پاکستان کی وزارت امور کشمیر کے بزرگوں نے ان کی ایک نہ چلنے دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ صحیح طریقہ سے اسلامی قوانین کی تفسیر ناممکن نہ ہوگی۔

### مجاہد اہل سہارن محمد عبدالقیوم خان کا دورِ حکومت

۱۹۷۲ء میں سردار محمد عبدالقیوم خان ایک منتخب حکمران کی حیثیت سے آزاد کشمیر کی صدارت پر منتخب ہوئے اور اپنے جرائد از قیادت کے نتیجے میں وزارت امور کشمیر کی بالادستی سے نجات حاصل کی اور فروری ۱۹۷۳ء میں ریاست کو صحیح اسلامی خطوط پر استوار کرنے کے لیے نظامِ افتادہ کو از سرِ نو زندہ کیا۔ سابقہ حکومت نے مفلوج کر کے رکھ دیا تھا۔ تمام تحصیلوں اور اضلاع میں تحصیل منستی اور ضلع منستی مقرر کیے گئے۔ جیلوں میں جیل منستیوں کا اساسی تعلق کی گئیں اور یوں اسلامی نظام کی طرف پیش رفت کا آغاز ہوا۔

۱۹۷۵ء میں ایک قانون کے ذریعے پوری ریاست میں

### نظامِ قضا کا قیام

اسلامی حدود نافذ کر دی گئیں اور چوری، زنا، ڈکیتی، تہذیب شراب زہی، قتل کے جرائم کے لیے شرعی سزاؤں کا نفاذ

آج سے ۲۴ سال قبل جب ہندوستان کی تقسیم کے فارمولے پر دستخط کیے گئے تھے خالصتاً ہی شفقہ طور پر طے کیا گیا کہ وہ ریاستیں جو انگریز کی عہد داری میں شامل نہیں اور جن پر مستقل طور پر راجے اور دیگر حکمران حکمران کر رہے ہیں ان میں جس ریاست میں ہندو اکثریت میں ہوں مگر حکم مسلمان ہوں وہ ہندوستان میں شامل ہوں گی اور جہاں مسلمان اکثریت میں ہوں اور حاکم ہندو ہو وہ پاکستان میں شامل ہوں گے۔ ہندوستان نے اپنی روایتی سکاری سے کام لیتے ہوئے اس اصول کی دھجیاں نفاذ آسانی میں کھیر دی اور یوں مناور جونا گڑھ، حیدرآباد، گوا اور کشمیر پر قبضہ جمایا۔

اکتوبر ۱۹۴۷ء میں جب وادی کشمیر میں مہاراجہ ہری سنگھ کی عیاری اور ہندوستان کے غاصبانہ قبضہ کے خلاف کشمیری مجاہدین اٹھ کھڑے ہوئے اور قبائلی مسلمانوں نے ان کی مدد کے لیے وادی پر طغیان کی تو ہندوستان کی بزدل افواج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مجاہدین سری نگر کے ہرانی ڈٹے تک پہنچ گئے اور یہ زمین وادی آزادی سے چند قدم دور رہ گئی کہ بعض نامعاقبت اہل شہدوں نے ہندوستان کی چیخ و پکار پر جنگ بندی قبول کر لی اور اقوام متحدہ کے دامِ فریب میں اگر نام نہاد رائے شہدی کی قرارداد کو قبول کر لیا گیا۔

یوں ایک کروڑ میں لاکھ مسلمانوں کو پھر غلامی کی زنجیروں میں دھکیل دیا گیا؛ تاہم وادی کا ایک حصہ جسے پراختہ قرار دیا جاسکتا ہے ہندوستان کے پنجبہ استبداد سے آزاد کر لیا گیا۔ اس آزاد حصے کو آج کل آزاد جموں کشمیر کہا جاتا ہے۔

مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان صدر منتخب ہوئے۔  
مسلم کانفرنس حکومت کے اولین مقاصد میں بہت  
شامل تھی کہ جو کام ۱۹۷۵ء میں رہ گیا تھا اسے بوجہ چار سالہ  
میں مکمل کیا جائے گا۔

چنانچہ اس چار سالہ میں مزید اسلامی اقدامات کیے گئے۔  
ڈل اور ہائی سکولوں میں قرآن کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔  
آزاد جموں و کشمیر اسمبلی نے ۱۹۸۹ء کے سیشن میں متفقہ  
طور پر شریعت بل پاس کیا جس کے نتیجے میں ریاست کی تمام  
عدالتوں کو شریعت کے مطابق فیصلے کرنے کا پابند کر دیا گیا۔  
عوام الناس کو یہ حق دیا گیا کہ وہ کسی بھی فیصلے یا قانون کو غلط  
شریعت قرار دینے کے لیے شریعت کورٹ کی طرف رجوع  
کر سکتے ہیں۔

نظام قضا اور افتاد کو مستقل  
شعبہ افتاء کا قیام  
یہ قضا کو مدلیہ کے تابع کر دیا گیا اور محکمہ امور دینیہ کے  
ذریعہ نظام شعبہ افتاء کا قیام عمل میں لایا گیا۔ شعبہ افتاء کا قیام  
ریاستی مسلمانوں کی اہم ضرورت تھی جس کے لیے حکومت نے  
اٹھارہ لاکھ روپے کی خطیر رقم منظور کی اور ہر ضلع میں سے  
گریڈ ۱۸ کا ایک ضلع مفتی مقرر کیا گیا اور ہر تحصیل میں گریڈ ۱۱  
کا تحصیل مفتی مقرر کیا گیا۔ اس طرح آزاد کشمیر کی سول تحصیلوں  
میں سول علماء دین بطور تحصیل مفتی مقرر کیے گئے اور پانچ  
اضلاع میں پانچ علماء دین بطور ضلع مفتی مقرر کیے گئے۔

مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان  
انتخاب  
چونکہ بذات خود محکمہ افتاء کے قیام  
میں دل چسپی لے رہے تھے اس لیے انہوں نے سنیوں کے  
انتخاب میں بھی بلند معیار کو ملحوظ رکھا۔ انہوں نے خود اپنی  
سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی جس کے ارکان میں مولانا  
محمد رفیع شیخ الحدیث دارالعلوم پٹنہری اور مولانا سید

عمل میں لایا گیا۔ چونکہ پہلے سے جاری نظام عدالت انگریزی  
قوانین کے سنڈیا فٹہ جوں پر مشتمل تھا اس لیے شرعی حدود کے  
نفاذ کے بعد ان حضرات کے لیے فیصلے کرنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ  
علماء کرام کو ان کے اہل کام یعنی منصب قضا پر فائز کیا گیا اور  
ہر زوہداری عدالت میں سب حج تحصیل قاضی اور سیشن جج  
ضلع قاضی پر مشتمل دو افراد پر مشتمل بیچ قائم کر دیے گئے جہاں  
دینی عوم کے ماہر علماء کرام اور انگریزی قانون کے ماہر جج  
صاحبان مل کر انتہائی محنت و خلوص اور برابری کی بنیاد پر فیصلے  
کرتے ہیں اور کبھی کبھی ججوں اور قاضیوں کے درمیان کوئی ٹکراؤ  
کسی احساس برتری یا کتری کی بنیاد پر نہیں ہوا۔

قل مترا  
اس سلسلے میں بھی حکومت آزاد کشمیر نے  
اپنے اختیارات کی حد تک بے حد  
کوشش کی مگر اس وقت پاکستان میں برسر اقتدار گرد پنے  
قانون ارتداد نافذ ہونے دیا اور قارئین کو یاد ہو گا کہ آزاد کشمیر  
اسمبلی نے ۱۹۷۲ء میں قادیانوں کے خلاف جو قرارداد منظور  
کی تھی اس پر پاکستان کے اس وقت کے حکمرانوں کا کب  
رد عمل تھا اور کس طرح آزاد کشمیر کے منتخب صدر کی انٹس گاہ  
کو گھیرے میں لے لیا گیا تھا۔ اس تمام دباؤ کے باوجود اس  
وقت مسلم کانفرنس کی حکومت نے اسلامی قوانین نافذ کئے۔  
آزاد کشمیر کی منتخب حکومت بزرگ  
دوسرا مرحلہ  
ششیر بھٹن کر دی گئی اور یوں  
۱۹۷۵ء کے اواخر سے لے کر ۱۹۸۵ء تک مختلف نامزد حکمران  
آزاد کشمیر پر حکمران رہے مگر خدا کے فضل و کرم سے اسلامی  
قوانین جوں کے توں نافذ رہے اور کسی گروہ کو ان قوانین کے  
معتدل کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

۱۹۸۲ء کے بعد دوسرا مرحلہ آیا جب پھر مسلم کانفرنس  
بھاری اکثریت سے کاساب ہونی اور سردار سکندر حیات  
کی سرکردگی میں حکومت تشکیل دی گئی۔

کا باعث بن گیا تھا اور جو بڑے دعوتوں سے عدالتیں  
اٹ گئی تھیں۔ چنانچہ اس سلسلہ کو روکنے کے لیے حکومت  
نے نکاحوں کی رجسٹریشن کا قانون نافذ کیا۔ یعنی صاحبان  
کو رجسٹر مقرر کیا گیا ہے جسے قبل (صلح منقہ) یا ب  
قبل (تحصیل منقہ) کہا جائے گا۔

۳۔ رمضان المبارک میں سرہام کھاتے پینے پر پابندی کا  
ایکٹ ریاست میں پہلے ہی نافذ ہے۔ اس پر عملدرآمد  
کے اختیارات مفتیان کرام کو دیے گئے ہیں اور  
قانونی حکومت کے زیرِ فورہ ہے۔

۴۔ احکام جمعہ پر عملدرآمد کے اختیارات بھی منقہ صاحبان کو  
دیے گئے ہیں۔

۵۔ حکومت آزاد کشمیر نے ۱۹۶۲ء سے تمام سرکاری  
ملازمین کے لیے ہفتہ وار درس قرآن کا سلسلہ شروع  
کر رکھا ہے۔ پہلے درس قرآن پاک جمعرات کو ہوتا  
تھا اب ہر سوموار کو دس سے گیارہ بجے تک تمام  
سرکاری ملازمین کی درس میں حاضری لازمی تسلط  
دی گئی ہے۔

اور بیکریٹ / ہائی کورٹ، ضلعی عدالتوں، تحصیلوں اور  
بڑے بڑے اداروں میں منقہ صاحبان اور مقامی علماء  
کرام درس دیتے ہیں۔ اس طرح ریاست کا اسلامی شخص  
روز بروز جاگ رہا ہے اور اس کے خبث تاج  
برآمد ہو رہے ہیں۔

آزاد کشمیر میں سینکڑوں  
دینی مدارس کی تنظیم  
جن کی تنظیم و ربط باہمی کا کام بھی منقہ صاحبان کے سپرد  
کیا گیا ہے اور ان مدارس کی رجسٹریشن اور سرکاری مدد  
کے لیے سفارشات بھی منقہ صاحبان کی ذمہ داری ہوگی۔  
غرضیکہ آزاد کشمیر کی موجودہ حکومت (باقی صفحہ پر)

منظر حسین شاہ ندوی جیسے سچے سچے علمبردار دین شامل تھے۔  
چنانچہ اس انتہائی کمیٹی نے تقریباً دو سو علماء میں سے  
۱۶ کو بطور تحصیل منقہ منتخب کیا اور صلح منقہ کے انتخاب  
کے لیے مصروف اور تجربہ کار علماء جو تعلیمی اعتبار سے اعلیٰ  
ملاصحتوں کے مالک تھے ان کو صلح منقہ کے منصب کی  
پیش کش کی گئی۔ تحصیل منقہ صاحبان میں بعض حضرات صرف  
درس نظامی کے فارغ التحصیل ہیں بلکہ مردِ جہاد طریقیہ تعلیم میں  
ایم۔ اے بھی ہیں۔

صلح منقہ صاحبان میں اکثریت درس نظامی کے  
فارغ التحصیل بھی ہیں اور ساتھ ساتھ ایم۔ اے ایل۔ ایل بی اور  
عمرہ دراز تک منصب افتا پر فائز رہنے والے علماء بھی ہیں  
اور بعض غیر ملکی یونیورسٹیوں سے ایل ایل بی، ایل ایل ایم  
کی اسناد کے حامل ہیں۔

اس طرح اس دفعہ اس نئے اور تجدیدی شعبہ  
کے لیے نہایت قابل ازا کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ ان میں  
بعض لوگ ایسے ہیں جنہیں راقم کی رائے میں اگر شعبہ  
میں منتقل کر کے ان کی خدمات شریعت کورٹ کے سپرد کر دی  
جائیں تو وہ ہائی کورٹ شریعت کورٹ سپریم کورٹ میں  
زیادہ بہتر خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

حکومت آزاد کشمیر  
کے مفتیان کرام کے فرائض

کی پالیسی کے سلسلہ میں شعبہ افتاد کے قیام کا اصل مقصد  
ریاست میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے عمل کو تیز کرنا ہے  
سینئر منقہ حضرات کے مزید فرائض حسب ذیل ہوں گے۔  
۱۔ دعوت و ارشاد لوگوں میں تبلیغ دین، عباس دین کا  
انقام، مافلسیرت، متاثر ہانے حسن قرأت کا انصاف  
اتحاد علماء اور باہمی اخوت و یگانگت کا فروغ۔  
۲۔ ریاست میں نکاحوں کا سلسلہ خطرناک حد تک منتشر و فساد



## قدیم بت پرستی کا ایک نیا نشان

میسائیوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھے تھے۔ میسانی اس واقعہ کی یاد میں جو تہوار مناتے ہیں اسے ایسٹر کہا جاتا ہے۔ ایک دن میں ایسٹر کو عید قیامت مسیح یا عید پاشکا بھی کہتے ہیں۔ عیسائیت کی تاریخ میں یہ سالانہ منایا جانے والا پہلا اور قدیم ترین تہوار ہے۔

رومن کا تھو لک جدیدہ قمر طراز ہے۔ قیامت مسیح کی عید کو انگریزی میں ایسٹر کہتے ہیں۔ انگریزوں کے مسیحی ہونے سے پہلے وہ لوگ موسم بہار کی دیوی مناتے تھے اور اس دیوی کا نام ایسٹر تھا۔ مسیحیوں نے اس دیوی کو بھلا دینے کے لیے موسم بہار میں آنے والی مسیحی عید کا نام ایسٹر رکھ دیا اور یوں لفظ ایسٹر کے نام تبدیل ہو گئے۔ موسم خزاں یا پت جھڑ میں درختوں کے پتے جھڑ جاتے ہیں اور وہ مردہ سے معلوم ہوتے ہیں لیکن موسم بہار میں نئے پتے نکل آتے ہیں گویا درختوں میں پھر زندگی آجاتی ہے۔ اس شائبہ کی بنا پر مسیح کے پھر زندہ ہونے کی عید کو ایسٹر کہنے لگے۔ یہ عید ۲۵ مارچ سے ۲۵ اپریل تک کسی آزاد کو منائی جاتی

ہے۔ (پندرہ روزہ کا تھو لک نقیب لاہور ایسٹر نمبر ۱۱۹۸۶) تاریخ کلیسا میں لکھا ہے "لفظ ایسٹر اور اشارے سے نکلا ہے جو صبح کی روشنی یا موسم بہار میں سورج کی واپسی کی جرمن دیوی تھی۔ (فشر، ۱۳۵۰) یعنی قدیم بت پرستی موسم بہار کی دیوی ایسٹر کا تہوار منایا کرتے تھے۔ مسیحیوں نے ان کے زیر اثر مسیح کے مرکز جی اٹھنے کی یاد کو ایسٹر کے نام سے منانا شروع کر دیا۔ اتفاق سے یہ دن بھی موسم بہار ہی میں آتا ہے۔ خرگوش زیادہ بچے پیدا کرنے کی وجہ سے موسم بہار کے شاہ بھجواتا تھا۔ سیسی انڈے کو مسیح کی بڑے کے مائل سمجھ کر ایسٹر کے دن خرگوش اور رنگے ہوئے یا سبک ہوئے انڈے ایک دوسرے کو تختہ پیش کرتے یا ان سے کھیلتے ہیں۔ یہ روزوں کو موسم بت پرست اقوام سے ماخوذ ہیں۔ تفصیلات کے لیے دیکھیں (The Encyclo-

PAEDIA OF RELIGION EDITOR IN CHIEF

MIRCEA ELIADE 1987 Vol. 4 P. 558

Col. 1) از روئے بائبل مسیح یودی مہینہ ایسٹ یا نسیان کی چودہ تاریخ کو مصلوب ہوئے تھے۔ یہودی مہینہ چاند کے حساب سے ہوتے ہیں بتا ہم سائے شمسی سال میں گردش نہیں کرتے۔ مخصوص یہودی تقویم کی وجہ سے ایسٹ کی چودھویں تاریخ ۲۱-۲۲ یا ۲۵ مارچ سے ۲۱ یا ۲۵ اپریل کے درمیان پڑتی ہے۔ یہودی ماہ ایسٹ موسم بہار کے انگریزی مہینوں مارچ اپریل میں پڑتا ہے (مختلف ممالک میں ایسٹر مختلف دنوں کو منایا جاتا تھا) مذکورہ تاریخ اور آثار کا تعین صدیوں کی بحث و تمحیص اور سوچ بچار کے بعد کیا گیا تھا۔ پہلے یہ تہوار اٹھ دن منایا جاتا تھا گیارہویں صدی کے بعد تین دنوں تک محدود رہ گیا۔ ایسٹ سے پہلے چالیس روزے رکھنے کا عدا ج مسیحی کلیسا کے دوسرے دور (۲۱۳-۵۹۰ء) میں پڑا۔ (فشر، ۱۱۹۰) (باقی صفحہ پر)

# مسیحی مشنریوں کی گمراہ کن سرگرمیاں

(دور)

## مسلم علماء اور دینی اداروں کی ذمہ داری

ذریعہ بشارتی کام سے شروع ہوا۔ اس کے اخبار "ہندو" اور دہلی کے اخبار "ہندوستان ٹائمز" میں مختلف مضامین اور اشتہار دیے گئے اور جن میں مذہب کے متعلق سوالات درج تھے اور کیمیت کے باسے میں بھی کچھ نکتے لکھا گیا اور پڑھنے والوں کو دعوت دی گئی کہ اگر وہ اس کے باسے میں مجھ اور دریافت کرنا چاہتے ہوں تو بائبل کارپسائنڈس کو رس میں شامل ہو جائیں۔ "ہندوستان ٹائمز" میں ایڈیٹر کے متعلق ایک اعلان کی وجہ سے ایک سو مضمین ان لوگوں کو وصول ہوئیں جو اس کو رس میں شامل ہونا چاہتے تھے۔ ولور (VILOR) میں ڈاکٹر ٹینٹیل جو لیس کی سینٹوں کے بعد ۲۵۰ درخواستیں وصول ہوئیں۔ یہ تحریک پھیلی اور زور پکڑتی گئی یہاں تک کہ اب یہ کو رس ہندوستان اور سری لنکا میں تقریباً (۹) زبانوں میں دیے جا رہے ہیں۔ جنوبی ہندوستان کی کلیسا کے ہشپ نیوگیمن (Neo Bagan) کہتے ہیں کہ مجھے کئی بائبل کارپسائنڈس کو رسوں کے باسے میں علم ہے۔ ان میں سے ایک کے تقریباً بارہ ہزار ممبر ہوں گے۔ یہ کو رس بہت اہمیت سے تیار کیے جاتے ہیں اور اکثر اوقات مکمل ہونے کے لیے کئی کئی مہینے لگ جاتے ہیں۔ اگر کوئی طالب علم بعض محسوس کو رس سے یہ کو رس

برصغیر میں فرنگی استعمار کے تسلط کے دوران عیسائی تبلیغی مشنریوں کا اس خطہ میں سرگرم عمل ہو کسی سے مخفی نہیں ہے۔ پادری فنڈر نے جو کہ ایک امریکن نژاد کیتھولک پادری تھا ان مشنریوں کی تحریک میں خصوصی کردار سہرا انجام دیا۔ مولانا رحمت اللہ کیرانویسے کے ساتھ اس پادری کا زبردست مناظرہ ہوا جس میں اس نے بائبل میں تعریف وغیرہ کا اقرار مجمع مام کے سامنے کر لیا۔ لیکن عیسائی مشنریوں نے اپنے اس سنہری دور میں اہم کامیابیاں حاصل کیں اور اس طرح انگریز اپنے اصل مقصد کو پورا کرنے کے لیے اپنی پروردہ عیسائی مشنریوں کے قدم برصغیر میں جھاک چلا گیا۔ ان مشنریوں کی تبلیغ کے مختلف طریقہ کار میں جن میں سے ایک ٹرڈ ذریعہ "بائبل کارپسائنڈس سکولز" کے عنوان سے بائبل کی تشریح و توضیح پر مبنی لریچر عوام ان اس تک پہنچانے کا ہے۔ اس ذریعہ سے آدمی کو آہستہ آہستہ گمراہی کی طرف دھکیلا جاتا ہے اور سادہ لوح اور دین سے بے بہرہ لوگ گمراہی کے اس مہین گڑھے میں گرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ہندوستان میں ان سکولز اور اداروں کی کارکردگی کے باسے میں ڈاکٹر اے ایم شرگون رقم طراز ہیں۔

۱۰ ایک اور کوشش جو بہت سے ممالک میں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہی ہے وہ بائبل کارپسائنڈس کو رس میں۔ ہندوستان میں یہ طریقہ اخباروں کے

شروع کرے تو وہ اکثر اسے پورا نہیں کر سکتا کہیں اگر وہ یہ تمام کورس ختم کر لے تو اس کی زندگی پرفور ایک گمراہ اثر پڑے گا۔ ایسے ایک طالب علم نے حال ہی میں ہمیں لکھا ہے۔ میں بندھتا لیکن اب خداوند مبرح مسیح پر ایمان لے آیا ہوں اور پستہ پایا ہے۔ ایک اور چٹھی میں ایک ہائی سکول کے لڑکے نے کچھ اور کتابیں منگوامیں اور لکھا کہ آسمان ختم ہونے کے بعد میں ذاتی طور پر لکھنا چاہتا ہوں۔ یہ کورس بالکل ہی بائبل سے بے گنتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ لوگوں کی توجہ بائبل کی طرف لگانے کا بہترین ذریعہ ہیں۔

(بشارت عالم میں بائبل کا درجہ)

مصنف اسے ایم سٹرگن، ترجمہ سز کے، ایل نامہ  
 مطبوعہ ۱۹۵۶ء ص ۲۰، ص ۲۱

پاکستان میں کم و بیش پندرہ بائبل سکول اپنے تمام تر اشاعتی و تبلیغی رسائل و ذرائع کے ساتھ معروف اعلیٰ ہیں ان کے سسٹمز یہ ہیں:-

- فیصل آباد ایک سکول
- لاہور چار سکول
- کراچی ایک سکول
- ڈیرہ غازی خان ایک سکول
- ڈیرہ اسماعیل خان ایک سکول
- مٹان ایک سکول
- شکار پور ایک سکول
- راولپنڈی ایک سکول
- ایبٹ آباد ایک سکول
- لاڈکانہ ایک سکول
- خیبر پور ایک سکول

انبار میں اشتہار دیا جاتا ہے کہ تورت زور اور

صنائف انبیاء کا مطالعہ کیجئے، اور کبھی صمت و ہلچہ کے عجزان سے اشتہار ہوتا ہے۔ سادہ لوح قارئین میں بعض آہ سرے ہی سے ان ناموں سے ناواقف ہوتے ہیں اور بعض جنکو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتب فلاں فلاں ہی پر نازل ہوئی تھیں وہ تجسس و تعقیب کے ساتھ ساتھ بائبل سکول کو ایک علمی و تبلیغی ادارہ سمجھتے ہوئے فوراً لٹریچر طلب کرتے ہیں۔ لٹریچر میں امتحان ذات سے صرف تبلیغی انماز درکار لکھا جاتا ہے۔ بعض مختلف فیہ مسائل مثلاً "اسمعیل کی قربانی" تورات وغیرہ کے بارے میں نظریہ کا کھل کر اظہار نہیں کیا جاتا۔ ویسے بھی ایسے مسائل ہیں جن سے عوام عموماً ناواقف ہوتے ہیں۔ چنانچہ قاری اور طالب علم یک طرفہ معلومات کے باعث لٹریچر کی تعلیم پر پوری طرح "راخ" ہو جاتا ہے۔ خوبصورت اسناد اور عمدہ لکھنیا بطور انعام حاصل کرنے والا طالب علم "جال" میں پھنس جاتا ہے۔ بائبل اور بائبل" عطا کرنے کے خوشنما عد سے تجسس کے ماری قاری کو کسی اور کام کا نہیں چھوڑتے یہ بات واضح طور پر دیکھنے میں آتی ہے کہ مسلم عوام تو بے ایک طرف بعض علماء بھی بائبل کے بارے میں بڑے تجسس اور شوق کا شکار ہوتے ہیں اور بلاوجہ بائبل کو اہمیت دیتے نظر آتے ہیں۔ ایسا شوق و ذوق عیسائیوں میں کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ عیسائیت کے مطالعہ میں نو عمر حضرات بائبل کو قارئین کا خزانہ سمجھتے ہیں اور ناجائز طور پر اس کو قرآن پر ترجیح دیتے ہیں (معاذ اللہ) لیکن جیسے ہی وہ بائبل کی اصیلت و حقیقت کو سمجھتے ہیں ان کا جوش و جذبہ جھاگ کی طرح بجھ جاتا ہے۔ سوچنے کا مقام ہے کہ ہر چوک پر چار آنے آٹھ آنے میں دستیاب بائبل مسلم عوام میں اتنی اہمیت کی حامل کیوں ہو جاتی ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلم علماء و قارئین اپنے اس عیار و دیکار دشمن سے بے خبر ہیں یا اس کی سازشوں

دلے ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مسلم اکثریت کی موجودگی میں آقائے نامدار فداہ ابی دامی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں بربر عام گستاخی کی جائے اور مسلم فوجانوں کو گمراہ کرنے کے لیے منظم ادا سے سرگرم عمل ہوں علماء کرام سے لحد ادب گزارش ہے کہ اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں ورنہ نئی نسل کی گمراہی کی ذمہ داری منہ اللہ و عندنا س انہی پر ہوگی

بقیہ: قرآن کریم میں تھکوار و مقصود کے اسباب

کے بیان کرتے ہیں سو اس کے ساتھ ہم آپ کے دل کو مضبوط کرتے ہیں اور اس میں آپ کو حق بات ملی ہے اور رُخسوں کے واسطے نصیحت ہے اس لیے اکثر مقامات پر وقت موجود ہے مناسب اس قدر نقل ہوتا ہے جو تسلی کے لیے کافی ہو اور کچھ نہ کچھ سابقہ ذکر زیادہ مذکور ہوتا ہے۔

سبب چہارم: یہ ہے کہ گزشتہ برسوں کا حال آنے والوں کے لیے نصیحت قبول کرنے اور عبرت پکڑنے کا وسیلہ ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ پاک اکثر جگہوں میں مسلمانوں کو نصیحت فرماتے ہیں اور منکرین کو عبرت دلاتے ہیں۔ جب نوسنوں کو کافروں کے ہاتھوں سے اذیت پہنچتی ہے یا جب کوئی گروہ یا نیا مسلمان ہوتا ہے تو ان قصوں میں سے کسی کا نقل کرنا مناسب حال ہوتا ہے قرآن کی نقل ظہور پذیر ہوتی ہے۔ (از انزال الشکوہ ج ۱ ص ۱۳۲ تا ۱۳۴)

مولانا رحمت اللہ کیرانوی

پادری سی۔ جی۔ فنڈر

کے درمیان معرکہ الآرار سنہ ۱۹۶۰ء کی روداد حافظ محمد عمار خاں ناسر کے قلم سے آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

سے واقف ہوتے ہوئے بھی اس بائیسے میں بے حس ہیں۔ عوام کو کیا معلوم کرنا ٹھیک کیا ہے؟ اس کا سراویا ہے؟ اس کی تاریخ کیا ہے؟ اور اس کا درجہ کیا ہے؟ ہر آدمی بنی اسرائیل کی تاریک تاریخ سے واقف نہیں ہو سکتا۔

مزید برآں مغربِ ممالک کی امداد سے چلنے والے مشنری اداروں کے وظیفہ خوار شاہزادوں اور کٹار پادریوں کا گروہ ہر وقت دینِ اسلام کے خلاف سازشیں کرنے میں مصروف رہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و منقبت کو سرعام لٹکا راجاتا ہے جس کی تازہ مثال ایک بد بخت اور درویشہ دین (آج کے فدو کے راجپال اور پاکستان کے سلمان راشدی) پادری برکت، لے۔ خان آف سیالکوٹ کی تصنیف قیامت اور زندگی ہے۔ اپنی کتاب میں وہ لعین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے کہ:

کسی تحصیل دار کو سلام کرتے وقت کہیں گے کہ ڈیپٹی کمشنر صاحب سلام تو وہ تحصیل دار فوراً سمجھ جائے گا کہ اس سلام کرنے والے شخص نے میرا مذاق اڑایا ہے کیونکہ میں ڈیپٹی کمشنر نہیں ہوں۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے جو اپنے دین کے بائیسے میں بالغا آمیزی کرتے ہیں کہ ہمارے ہادی نبیوں کے سردار میں وہ مہرب خدا میں، وہ مقصود کائنات میں، وہ وجہ تخلیق کائنات میں وہ نبیوں کے سراج ہیں، وہ روز قیامت شفاعت کریں گے، سب بنی ان کے پیچھے ناز پڑھیں گے، بالغا کی حد ہو گئی" (ص ۱)

اس پادری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تصور میں تحصیلدار سے تشبیہ دے کر اپنی گستاخانہ اور گندی ذہنیت کا اظہار کیا ہے۔ یہ صورت حال علماء کرام اور دینی جماعتوں اور اردوں کی خصوصی ترجیحات کی متقاضی ہے اور یقیناً ہماری دینی و ملی غیرت کے لیے کھلا چیلنج ہے کہ اسلام کے نام پر بننے



بچوں کو اپنی گود میں رکھنا منظور نہیں۔ تقلید کرنی ہے تو پھر پوری تقلید کیجئے تاکہ پتہ چلے کہ آپ تہذیبِ یورپ کے عاشق ہیں۔ ہم تو ایسی تہذیب کے بائے ہیں یہ ہی کہہ سکتے ہیں کہ

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں  
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

دورِ جاہلیت کی واپسی

ایرانی نژاد برطانوی پورٹر  
سینئر کو اسراہیل نے  
لیے جاسوسی کے جرم میں عراق نے موت کی سزا دے دی  
اور جاسوسی کرنے میں مدد کرنے والی برطانوی زس کو ۱۵ سال  
کی قید کی سزا سنائی گئی۔ اس اعلان کے بعد برطانیہ اور یورپ  
پارلیمنٹ نے شدید رد عمل کا اظہار کرتے ہوئے سخت احتجاج  
کیا اور عراق کے اس اقدام کی سخت مذمت کی گئی۔

جہاں تک سینئر کے اسراہیل جاسوس ہونے کا تعلق ہے  
خود اس کے اعتراف کے بعد کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں  
رہتی تاہم برطانیہ کے بعض ممبران پارلیمنٹ بھی اس کا اعتراف  
کرتے ہیں اور اسے ایک مجرم قرار دیتے ہیں حتیٰ کہ برطانوی  
دارالعلوم میں اس امر پر بھی بحث کی جا رہی ہے کہ سینئر  
خود ایک عادی مجرم ہے اور اس نے ایک برطانوی جنیک  
کرم کے ذریعے ڈونٹے کی بھی کوشش کی تھی لیکن اس کے  
ساتھ ساتھ برطانوی وزیرِ اعظم اور دیگر وزراء نے موت کے  
خلاف اپنا احتجاجی بیان دے دیا ہے۔ ہر ایک کی زبان پر  
یہ ہی جملہ جاری ہے کہ یہ تہذیبِ دور ہے CIVILISED  
World اور ایسی دنیا میں اس قسم کی کارروائی پر سزائے  
موت کا حکم دے کر فورا عمل کرنا عراق کا بدترین فعل ہے اور  
عراق ابھی تک دورِ جاہلیت میں ہے۔ برطانوی وزیرِ اعظم  
کتنی ہیں کہ "عراقی حکومت کا یہ اقدام بربریت ہے جو دنیا کے  
تمام مذہب لوگوں کے خلاف ہے۔"

کے ذریعہ گذشتہ ماہ ۲۴۱ نوزائیدہ بچوں کی لاشیں ملی  
ہیں جنہیں دنیا یا گیا جبکہ گذشتہ ماہ کے دوران کراچی اور  
دیگر علاقوں سے شے والے ۳۲ زندہ نوزائیدہ بچوں  
اور بچروں کو لاوارث سنٹر میں پہنچایا گیا۔ بیگم ایڈھی نے  
کہا کہ اس تعداد سے پاکستان کے عوام کو اندازہ کرنا چاہیے  
کہ اس طرح نہ جانے کتنے معصوم بچے اپنے ناکردہ  
گناہوں کی وجہ سے رت کی بھینٹ پر چڑھا دیے  
جاتے ہیں۔ بیگم ایڈھی نے کہا کہ ایسے افراد جو اپنے  
ایک گناہ کو چھپانے کے لیے ان معصوموں کو قتل کر دیتے  
ہیں ان سے بار بار اپیل کی گئی ہے کہ خدا را وہ اپنے گنا  
اور جرم کو چھپانے کے لیے قتل جیسے سنگین جرم کے  
مترکب نہ ہوں بلکہ ان بچروں کو جائے سنٹر میں پہنچا  
دیں۔ انہوں نے کہا کہ اب تک ایسے چار ہزار بچے  
زمرہ پاکستان بلکہ دنیا بھر کے بے اولاد پاکستانی  
جوڑوں کے حوالے کیے جا چکے ہیں۔

(جنگ ۹، فروری ۱۹۹۰ء)

ایڈھی ٹسٹ کے ایک مختصر اعداد و شمار سے معلوم ہوتا  
ہے کہ اس وقت ملک میں ہزاروں کی تعداد میں نوزائیدہ بچوں  
کی موت کی خیر سلا دیا جاتا ہے یا پھر کسی گلی کے کنارے  
بے یار و مددگار چھڑ دیے جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ اسلامی تواریخ  
سے انحراف اور یورپی تقلید کے نتائج ہیں جس نے نہ صرف  
زنا جیسے خبیث جرم پر آمادہ کیا بلکہ معصوم نوزائیدہ بچوں کو  
قتل کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔

یورپ کی دنیا میں ایسے لوگوں کی کافی تعداد موجود ہے  
جو بغیر شادی کے بچے پیدا کر رہی ہیں گرانوں نے اپنے پول  
کو قتل نہیں کیا۔ وہ ترکواری ماں کے لقب سے مقرب ہو  
کر بے شمار نافع بھی حاصل کرتی ہیں لیکن اپنے ملک میں یورپ  
کی تقلید پر فخر کرنے والیوں کو ترکواری ماں بننا پسند نہیں۔

سالہ بڑھی تک کی عصمت کا محفوظ نہ ہونا بھی تہذیب یافتہ  
دُنیا کا کارنامہ ہے۔

④ یورپ میں ۵ سالہ بچی سے لے کر ۹۵ سالہ بڑھی پر  
مجرمانہ حملہ کر کے خون میں نہلا دینا بھی مذہبِ دُور کا ایک اہم  
کرشمہ ہے۔

⑤ یورپ میں زنا، بے حیائی، بے شرمی اور اخلاقی زبوں حالی  
بھی مذہبِ دُنیا کا کھمبہ ہے۔

⑥ یورپ میں شراب اور نشیات کا کثیر استعمال اور اس سے  
روحانی و جسمانی جرائم بھی تہذیبِ جدیدہ کا پدید کردہ ہے۔

⑦ ماؤں کے پیٹ میں بچوں کو موت کی آغوش میں سپنا دینا اور  
اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اور اس کے لیے نت نئے طریقے  
ایجاد کرنا آج کی دُنیا کا کمال ہے۔

⑧ چوری، دن دہاڑے دکنی، راہ چلتی بڑھی عورت کو چاقو  
دکھا کر تم کُٹ لینا، لے زعمی کر دینا بھی دُورِ حاضر کا ایک نشین ہے۔

⑨ باحیاد اور عصمت و عصمت کا تحفظ کرنا اولوں کو طرح طرح سے  
بے شرمی پر ابھارنا اور اس کے عنوان کی ترغیب دینا بھی تہذیبِ  
مولانا حالی نے دُورِ جاہلیت کا جو نقشہ اپنی مسدس میں  
کھینچا ہے اگر دکھا جائے تو آج کے دُور پر بالکل صادق ہے۔  
مولانا فرماتے ہیں۔

بہائم کی اور ان کی حالت ہے یکساں  
کہ جس حال میں ہیں اسی میں ہیں شاداں  
نذرت سے نفرت نہ عزت کا ارماں  
نہ دوزخ سے ترساں نہ جنت کے خواہاں  
یا عقلِ دہی سے نہ کچھ کام انہوں نے  
کیا دینِ برحق کو بہ نام انہوں نے

فرمائیے دُورِ جاہلیت اور مذہبِ دُنیا میں کیا فرق رہا۔  
نام کے بدلنے سے حقیقت تو نہیں بدلتی۔ درحقیقت یہ مذہبِ  
دُور نہیں بلکہ دُورِ جاہلیت ایک نیا عنوان لے کر سامنے آیا ہے۔

اس واقعہ کے فوراً بعد برطانوی پریس اور ٹیلی ویژن نے  
عراق کے خلاف ایک محاذ کھول دیا اور آپ جانتے ہیں کہ  
برطانوی پریس اور ٹیلی ویژن اس معاملے میں کتنا ماہر ہے۔  
چنانچہ عراقی صدر کے ظلم و ستم کی داستانیں بالتصویر سامنے  
آنے لگی اور ریٹات کر دکھا دیا گیا کہ عراق ایک ظالم ملک  
ہے اور اس کے اعلیٰ افراد داؤں کے باشندوں پر ظلم و ستم  
کے پہاڑ تڑپے ہیں۔

ہم اس وقت اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے کہ  
بیضوفت کو جو سزائے موت سنائی گئی ہے وہ کس زمرے  
میں آتی ہے۔ جاسوسی کرنے کے جرم میں دُنیا کے ممالک  
نے کیا سزا رکھی تھی اور آج کیا ہے؟ عراقی قانوں میں اس  
کا کیا حکم ہے۔ امر کی کیا کتا ہے، دُوس نے کیا کیا ہے  
اسرائیل کیا کرتا ہے اور خود برطانیہ کی نظر میں کیا اہمیت  
ہے؟ قانوں داں حضرات بچوں اس سے واقف ہیں۔ ہم  
صرف برطانوی وزیر اعظم اور دیگر وزراء کے اس دعویٰ پر کہ  
آج کا دُور ایک مذہبِ دُور ہے، پر ایک سرسری نظر دوڑانا  
چاہتے ہیں تاکہ ہم دیکھ سکیں کہ واقعتاً دُورِ حاضر مذہبِ  
دُور ہے یا دُورِ جاہلیت کا ایک عکس ہے جو صرف نام بدل کر  
یورپ کی دُنیا میں داخل ہوا ہے۔ برطانوی مفکروں کے  
نزدیک تہذیب اور مذہب کا کیا معنی و مفہوم ہے، یہ ابھی  
سیک واضح نہ ہو سکا۔ اب آپ ہی دیکھیں کہ مندرجہ ذیل امور  
کہ تہذیب اور مذہبِ دُنیا کا نام دیا جا سکتا ہے؟

① یورپ میں ایک ایک دن میں ہزاروں غیر شادی شدہ  
والدین کے ان اولاد دہرنا مذہبِ دُنیا ہے؟

② یورپ میں لوہا پستی کی زمرن اجازت بلکہ  
ترجیح، ال تعاون، حوصلہ افزائی اور بڑے بڑے سزوں  
کھولے جاتے ہیں۔

③ یورپ میں ایک ایک سالہ بچی سے لے کر ایک ۸۰

## پاکستان میں نفاذ اسلام کی جدوجہد

اور علماء کرام کی ذمہ داری

میں مضبوط اور گہری ہیں لیکن اس کے باوجود نوآبادیاتی سے نظام کے خاتمہ اور اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کا مقصد تشہیر تکمیل کیوں ہے؟ یہ سوال گہرے تجزیہ اور غور و فکر کا متقاضی ہے اور پاکستان کے دینی حلقوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس صورت حال کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کر کے اس کی روشنی میں اپنے کردار اور طریقہ عمل کا جائزہ لیں اور روایتی طریقہ کار پر اڑے رہنے کی بجائے اجتہادی اور انقلابی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے نفاذ اسلام اور طلبہ شریعت کی جدوجہد میں اپنے کردار کا از سر نو تعین کریں۔

یہ درست ہے کہ قیام پاکستان کے بعد ملک کی باگ ڈور ایک ایسے طبقہ کے ہاتھ میں آئی جو فکری اور عملی طور پر اسلامی نظام کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں تھا اور اس کی تعلیم و تربیت نوآبادیاتی دور میں بدیشی آقاؤں کے تسلط کردہ برہمنی نظام کے تحت اور اسی کے مخصوص مقاصد کے لیے ہوئی تھی اس لیے اس طبقہ سے شریعت اسلامیہ کے نفاذ کی توقع ہی عبث تھی۔

یہ بھی درست ہے کہ ایک نظام کی تبدیلی اور دوسرے نظام کے عملی نفاذ کے لیے جس اجتماعی فکری کام کی ضرورت تھی اس کا ہمارے ہاں فقدان رہا ہے۔ ہماری دینی تعلیم گاہوں میں اسلام کو ایک نظام کی حیثیت سے نہیں پڑھایا گیا اور طلبہ نظام کو مٹا چلانے کے لیے تربیت یافتہ افراد کارکن فراہمی کی طرف کوئی اجتماعی توجہ نہیں دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے لیے کیے گئے چھ جزدی اقدامات بھی عملدآمد کی کسوٹی پر

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا قیام ۱۹۴۷ء میں "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے اجتماعی ورد کی فضا میں اسی مقصد کے لیے عمل میں آیا تھا کہ اس خطہ کے مسلمان ایک قوم کی حیثیت سے اپنے دینی، تہذیبی اور فکری اثاثہ کی بنیاد پر ایک نظریاتی اسلامی ریاست قائم کر سکیں لیکن تینتالیس سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود دستور میں اس ریاست کو "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کا نام دینے اور چند جزوی اقدامات کے سوا اس مقصد کی خاطر کوئی عملی پیش قدمی نہیں ہو سکی اور تحریک آزادی اور تحریک پاکستان کے لاکھوں شہداء کی ارواح ہنوز اپنی قربانیوں کے ثمر آور ہونے کی خوشخبری کی منتظر ہیں۔

ایک اسلامی نظریاتی ریاست کی حیثیت سے "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کی تشکیل کا تقاضا یہ تھا کہ فرنگی استعمار نے نوآبادیاتی مقاصد کے لیے اس خطہ میں جو سیاسی، قانونی، معاشرتی اور معاشی نظام مسلط کیا تھا اس پر نظر ثانی کر کے اسے اسلام کے سنہری اور ابدی اصولوں کی بنیاد پر از سر نو منظم و مرتب کیا جاتا اور سرمایہ دارانہ نظام اور کیونزم کی شکست کے اس دور میں ایک مثالی اسلامی معاشرہ قائم کر کے نہ صرف عالم اسلام بلکہ پوری دنیا کی ایک نسلی اور عادلانہ نظام کی طرف راہ نمائی کی جاتی لیکن بد قسمتی سے ابھی تک ایسا نہیں ہو سکا اور پاکستان کو ایک اسلامی نظریاتی ریاست بنانے کا خواب تعبیر کی منزل سے کوسوں دور دکھائی دے رہا ہے۔ پاکستان کے عوام اسلام کے ساتھ سچی اور دلوانہ وابستگی رکھتے ہیں اور یہاں کے دینی حلقوں کی جڑیں عوام

پسے نہیں اتر سکے۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ملک کے سب سے مؤثر تین طبقوں سربراہ دار، جاگیردار اور نوکر شاہی کے مفادات اسلامی نظام سے متصادم ہیں اور ان کی اجتماعی قوت نفاذ اسلام کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے جس کی موجودگی میں ملک کے اجتماعی نظام کی تبدیلی کوئی آسان کام نہیں ہے۔ لیکن یہ بات بھی شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ نفاذ اسلام کی راہ میں ان تینوں بڑی رکاوٹوں کے وجود اور اس کے تسلسل کا سب سے بڑا سبب دینی حلقوں کی بے تدبیری، باہمی عدم ارتباط اور حقیقی مسائل سے بے گانگی کا طرز عمل ہے جس نے ان رکاوٹوں کے شجر خبیثہ کی سلسل ۴۲ سال تک آب پاری کر کے اسے تن آور درخت بنا دیا ہے۔

پاکستان اہل السنۃ والجماعۃ کی غالب اکثریت کا ملک ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ کے تینوں مکاتب فسکر (دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث) کے اکابر علمائے تحریک پاکستان میں قائم از حصہ لیا ہے اور ایک پیٹنم پر تشکیل پاکستان کے لیے جدوجہد کی ہے۔ اگر یہ تینوں مکاتب فکر قیام پاکستان کے بعد بھی اجتماعیت اور اشتراک عمل کے جذبہ کو برقرار رکھتے ہوئے

● مشترکہ سیاسی دباؤ منظم کر کے نفاذ اسلام کی راہ میں حائل طبقوں کا جوٹ کے ساتھ سامنا کرتے

● اپنی درسگاہوں میں اسلام کو ایک اجتماعی نظام کی حیثیت سے پڑھا کر نفاذ اسلام کے لیے افراد کار کی کھیپ تیار کرتے

● اسلام دشمن لابیوں کی طرف سے اسلامی نظام کے باسے میں پھیلائے جانے والے شکوک و شبہات کے ازالہ کے لیے مشترکہ جدوجہد کرتے اور

● باہمی اعتماد و اشتراک اور تعاون کے ساتھ قوم

کو ایک مشترکہ نظریاتی قیادت فراہم کرتے تو ذکورہ بالا رکاوٹوں میں سے کوئی ایک رکاوٹ بھی ان کی اجتماعی قوت کا سامنا کرنے کی پوزیشن میں نہیں مٹی لیکن بہت سی دینی طبقے ایسا نہیں کر سکے بلکہ انہیں منصوبہ اور سازش کے تحت باہمی اختلافات و تعصبات کی ایک ایسی جنگ میں الجھا دیا گیا کہ تشخص اور ان کے سوا دین و دنیا کا کوئی مسئلہ بھی ان کے درکار نہ شعور کے دائرہ میں جگہ نہ پاسکا اور فرقہ وارانہ اختلافات میں ایک دوسرے کو کھپاڑنے کا ذوق ہی دینی جدوجہد کی معراج بن گیا۔ یہ دینی حلقوں کی بے توجہی، بے تدبیری، علم ارتباط اور حقیقی مسائل سے اعراض ہی کے ثمرات ہیں کہ

● معاشرہ بے حیائی، بے پردگی اور مغرب زدہ معاشرت کی آماجگاہ بن گیا ہے۔

● قرآن و سنت اور چودہ سو سالہ اجتماعی تعامل کے برعکس ایک عورت کی حکمرانی مسلط ہو گئی ہے۔

● قومی پریس میں قرآن و سنت کے صریح احکام کے خلاف بیانات چھپ رہے ہیں

● قرآنی احکام کو نام نہاد انسانی حقوق کے منافی قرار دیتے ہوئے "اجتہاد" کے نام پر قرآنی احکام کو مغربی ذوق کے مطابق تبدیل کرنے کی تجاویز کھلم کھلا سامنے آرہی ہیں اور

● ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ دینی تشخص کی حامل سیاسی جماعتیں بھی اسلامی نظام کی بات غیر اسلامی نظریوں کی اصطلاحات اور حوالوں سے کرنے پر مجبور ہیں۔

● حالات کے اس حد تک بگڑ جانے میں اگر ذمہ داری کا تعین کیا جائے تو دینی طبقے اس میں سرفہرست ہیں اور جب تک اس ذمہ داری کا ادراک اور احساس اذمان و تلوہب میں اجاگر نہیں ہوتا اس وقت اصلاح احوال کی کوئی صورت بھی ممکن اور قابل عمل نہیں ہے۔

پاکستان کو ایک اسلامی نظریاتی ریاست بنانے کی راہ میں حائل مذکورہ رکاوٹیں آج بھی لا طلع نہیں ہیں اور ان کی قوت آج بھی دینی حلقوں کی اجتماعی قوت کے سامنے ناقابل شکست نہیں ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ اہل سنت والجماعہ کے عقیدوں مکاتب فکر اور باندی، برطوی اور اہل حدیث کے علماء کرام گروہی شخصیات اور تقصیبات کے دائرہ سے نکل کر ابھی اشتر اک عمل کو فروغ دیں اور ایک ایسا فکری، علمی اور دینی پلیٹ فارم قائم کریں جو ان مسائل کے ادراک اور تجزیہ کے ساتھ ساتھ اجتماعی فکری راہنمائی اور مذہبی دعوائی حلقوں کی ذہن سازی کا کردار ادا کر سکے۔ اس پلیٹ فارم کا عملی سیاسی گروہ بندی سے کوئی تعلق نہ ہو اور وہ خالص دینی اور علمی بنیاد پر اجتماعی مسائل کا حل پیش کرتے ہوئے قوم کی راہ نائی کا فریضہ سرانجام دے۔ علماء کرام اس نعمت کا پلیٹ فارم قائم کر کے جب عملاً آپس میں مل بیٹھیں گے تو وہ وہی شخصیں کہ وہ قوم کو فکری انتشار اور سیاسی انارکھی کی اس دلدل سے نکالنے کی کوئی راہ تلاش نہ کر سکیں جس نے اس وقت قوم کے ہر ذی شعور فرد کو پریشانی اور اضطراب سے دوچار کر رکھا ہے۔

### یقینہ، تعارف و تبصرہ

ادراک نہیں تھا اور ظاہر میں حضرت نے صرفائے کرام کی ان اصطلاحات کو مورد لعن و احرمان بنالیا۔

گذشتہ دنوں جناب ابوالخیر اسدی نے مقام نبوت کی علمی تعبیر کے نام سے ایک رسالہ میں بھی روش اختیار کی اور وحدت الوجود حقیقت محمدیہ نبوت ذاتی و عرضی اور اس قسم کے خالص علمی اور دینی فلسفیانہ مباحث کے حوالہ سے برصغیر کے نامور فلسفی اور صوفی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے بعض مضامین کو بہت تنقید بنایا۔ زیر نظر رسالہ میں استاد العلماء حضرت مولانا

عبدالعقیم ہزاروی مدظلہ العالی نے جناب اسدی کے ان اعتراضات کا علمی انداز میں جواب دے کر یہ واضح کیا ہے کہ مولانا نانوتوی اور دیگر صوفیاء کو کرام پر اسدی صاحب اور اس قبیل کے دیگر حضرات کے اعتراضات میں کوئی وزن نہیں ہے۔ اہل علم کے لیے اس رسالہ کا مطالعہ خاصی دل چسپی کا باعث ہو گا۔

### الشکر رحمت کا خزانہ

مرتب حافظ نذیر احمد نقشبندی

ناشر حبیب کلاتھ ہاؤس، ۲۰ خاکوان کلاتھ مارکیٹ گوجرانوالہ

کتاب و طباعت عمدہ صفحات ۱۹۲

یہ قرآن کریم کی گیارہ سورتوں، نماز کے فضائل، حج و عمرہ کے فضائل اور طریقہ، درود شریف کے فضائل اور ذکر کے فضیلت اور مختلف اوقات کی سنون دعاؤں کا خوبصورت مجموعہ ہے جسے خاتما سرابہر مجددیہ کنڈیاں کے خدام خصوصی جناب حافظ نذیر احمد نقشبندی مجددی نے مرتب کیا ہے اور جناب شیخ نور شیدائز، جناب شیخ محمد یوسف اور ان کے دیگر برادران نے اپنے والدین اور ہمیشہ موجودہ کے ایصال ثواب کے لیے شائع کیا ہے جو مذکورہ بالا پتہ کے علاوہ انڈیا ریزرڈ مین بازار، وزیر آباد سے بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

### یقینہ

القصر سمیعوں نے سورج و چاند کے زیر اثر بت پرستوں کا یہ تموار اپنا لیا تھا البتہ کاغذ تک لقیب کا یہ کن غلط ہے کہ سمیعوں نے اس دیوی کو بھلا دینے کے لیے موسم بہار میں انیوالی عید کا نام ایسٹر رکھ دیا۔ کیونکہ اگر ایسٹر دیوی کو بھلانا مقصود ہوتا تو اس عید کا نام پھر سے ایسٹر رکھتے۔ مسیح کے نام سے موسوم کرتے۔

اس تمام بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسٹر مسیح کی یاد میں نہیں منایا جاتا بلکہ ایسٹر دیوی کی یاد کو تازہ رکھنے کی عید ہے۔

# شریعت کا نظام اس ملک میں ایک بار آنے دو!

مجھے اپنے وطن میں جشنِ آزادی منانے دو  
 کھلے دل سے ترنے مجھ کو آزادی کے گانے دو  
 مجھے بے خوف ہر خالص کو ناخالص بنانے دو  
 بلاناغہ حسین چہروں کو ٹی وی پر دکھانے دو  
 در مسجد پر بے چون و چرا باجا بجانے دو  
 انہیں من فضلِ ربّی کی کمائی سے بھی کھانے دو  
 یہ چوپائے کھڑے ہو کر ہی کھاتے ہیں تو کھانے دو  
 ہمیں بھی سیٹ پران کے مقابل بیٹھ جانے دو  
 مزے مجھ کو بھی عیشِ جاودانی کے اٹھانے دو  
 انہیں مادام کی دُصن میں نیکی نعتیں سنانے دو  
 انہیں مسجد میں ہر منہتہ کسی کا دن منانے دو  
 اہمیا کچھ اور دن کم نبت گل ٹھہرے اڑانے دو  
 رئیسِ الملک کے اغماض پر آنسو بہانے دو

وطن میرا ہوا آزاد اب آزاد ہوں میں بھی  
 غلامی کے گذشتہ مرثیے پڑھنے سے کیا حاصل؟  
 منافع بے ملاوٹ حسبِ مرضی مل نہیں سکتا  
 گھر یو تربیت میں بھی نہ ہو جائے کہیں عنفالت  
 برات اب آنے والی ہے یہاں میرے بھتیجے کی  
 بلا رشوت ملازم کا گزارا ہو نہیں سکتا  
 یہ آزادی کے رسیا بیٹھ کر کھانا نہیں کھاتے  
 وہ دوشیزائیں دیکھو بیٹھ کر جانے لگیں بس میں  
 لٹ کر اپنا سب کچھ تہ کیوں جا کر بنا ممبر  
 رہیں محروم کیوں اس نعمتِ عظمیٰ سے مولانا  
 مٹھائی، کھیر، حلوہ روز کھانا بن گئی فطرت  
 جھنجھوڑا کارواں نے جب تو میرے کارواں بولے  
 جرائم بڑھتے جاتے ہیں کمی ہونے نہیں پاتی

یہ سب بیماریاں ہو جائیں گی یکدم رفوچکر

شریعت کا نظام اس ملک میں ایک بار آنے دو

# اس نے پوچھا

میر کے قلم سے

## مروجہ جمہوریت اور اسلام

سوال: عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام نے سب سے پہلے جمہوری نظام پیش کیا۔ اس کی حقیقت کیا ہے اور کیا موجودہ جمہوریت اسلام کے مطابق ہے؟  
محمد ایس ○ گوجرانوالہ

جواب: جمہوری نظام سے مراد اگر تو یہ ہے کہ حکومت اور عوام کے درمیان اعتماد کا رشتہ برنا چاہیے تو یہ اسلام کی روح کے عین مطابق ہے۔ سلم شریف کی ایک روایت کے مطابق جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے حکمران کی تعریف یہ فرمائی ہے کہ

”تمہارے اچھے حکمران وہ ہیں جو تم سے محبت کریں اور تم ان سے محبت کرو اور بڑے حکمران وہ ہیں جو تم سے بغض رکھیں اور تم ان سے بغض رکھو۔ دو تم پر لعنت بھیجیں اور تم ان پر لعنت بھیجو۔“

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ حکومت اور عوام کے درمیان اعتماد کا رشتہ ضروری ہے اور اس عوامی اعتماد کے انہماک کی جو صورت بھی حالات کے مطابق اختیار کر لی جائے اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے لیکن جمہوریت کا جو تصور آج کل معروف ہے اور جس میں عوام کے نامزدوں کو ہر قسم کے کئی اختیارات کا حامل سمجھا جاتا ہے یہ اسلام کے اصولوں سے قطعاً متصادم ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی

رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ۱۳ مارچ ۱۹۲۶ء کو کلکتہ میں جمعیتہ العلماء ہند کے سالانہ اجلاس کے موقع پر اپنے خطبہ صدارت میں اسلام اور مروجہ جمہوریت کے درمیان اصولی فرق کو انصافانہ کے ساتھ واضح کیا ہے:

”موجودہ جمہوریت اور اسلامی جمہوریت میں کچھ فرق بھی ہے۔ موجودہ جمہوریت کے لیے شریعتِ الہی سے واقفیت ضروری نہیں۔ اسلامی جمہوریت کی صدارت کے لیے دوسرے شرائط کے ساتھ شریعتِ الہی سے واقفیت ضروری ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ رادوں کی اکثریت اور قلت غلطی اور صواب کا معیار نہیں ہے بلکہ کتاب و سنت سے قریب ہونا یا نہ ہونا صحت اور خطا کی پہچان ہے۔ اس کے لیے ضرورت ہے کہ ہمارے ارکانِ سلطنت جس طرح رومن لاد اور یورپین قوانین سے واقف ہیں وہ اسلامی قوانین سے بھی آگاہ ہوں بلکہ وہ جس طرح قوانین یورپ کے ماہر ہیں اگر وہ اسلامی قانون اور اس کے ماخذ سے بھی آگاہ ہوں تو وہ خود ملدار ہیں ان کو تنگ خیال ملاؤں کی بھی شکایت نہیں ہے گی اور ان کو مذہب یا تمدن کی کشمکش سے نجات مل جائے گی۔“

## نواب سراج الدولہ کون تھا؟

سوال: تحریک آزادی کے حوالے سے نواب سراج الدولہ کا ذکر اکثر مضامین میں ہوتا ہے۔ یہ بزرگ کون تھے؟ اور تحریک آزادی میں ان کا کردار کیا ہے؟

حافظ عزیز الرحمن خاں شاہد ○ گلگٹ  
جواب: جب انگریز برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش میں اپنے قدم جانے میں مصروف تھا۔ نواب سراج الدولہ بنگال کا حکمران تھا اور یہ پہلا حکمران ہے جس نے میدانِ جنگ میں انگریز کی قوت کو ٹکرا کر اور مقابلہ کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔

ج ۷ ص ۲۴۵ میں فرماتے ہیں کہ اختلاف سے بچنے کے لیے  
بہتر یہی ہے کہ حج بدل کے لیے اسی شخص کو بھیجا جائے  
جس نے اپنا حج کیا جو اہور۔

❖

### ماہنامہ الشریعہ گجرات

میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

— زخما درج ذیل ہے —

|                         |          |               |
|-------------------------|----------|---------------|
| آخری مکمل صفحہ          | فی اشاعت | پندرہ سو روپے |
| آخری صفحہ نصف           | "        | آٹھ سو روپے   |
| ٹائٹل اندرونی صفحہ مکمل | "        | بارہ سو روپے  |
| ٹائٹل اندرونی صفحہ نصف  | "        | سات سو روپے   |
| اندرونی عام صفحہ مکتل   | "        | ایک ہزار روپے |
| اندرونی عام صفحہ نصف    | "        | چھ سو روپے    |

○ دینی مدارس، اداروں اور کتب خانوں کے لیے

۱/۵ رعایت

○ ایک سال تک مسلسل اشاعت کی صورت میں

۱/۳ رعایت

○ سال میں کم از کم چار اشاعتوں کی صورت میں

۱/۵ رعایت

○ ٹائٹل سٹ پبلسٹیشنر اشاعت نہیں کیا جائے گا۔

○ ہر انگریزی ماہ کی پندرہ تاریخ تک وصول ہونے

والا اشتہار تازہ اشاعت میں شامل کیا جائے گا۔

— خط و کتابت کے لیے —

مہینہ ماہنامہ الشریعہ گجرات

پوسٹ کس ۳۲۱ گجرات ذوال فون ۴۹۴،

سراج الدولہ کو اس کے مرحوم والد علی وردی خان  
نے وصیت کی تھی کہ بنگال میں انگریزوں کو قدم جمانے کا  
موقع نہ دینا۔ چنانچہ سراج الدولہ نے اپنے والد کی جگہ  
حکمرانی کی منصب سنبھالتے ہی انگریزوں کو اپنے علاقہ  
میں تلے اور سو روپے توڑ دینے کا حکم دیا اور حکم نہ ملنے  
کی وجہ سے حملہ کر کے کلکتہ شہر لڑائی کے ذریعے انگریزوں  
سے چھین لیا۔ اس کے بعد پلاسی کے میدان میں نواب  
سراج الدولہ اور انگریز فوجوں کے درمیان جنگ ہوئی  
جس میں سراج الدولہ کے سپہ سالار میر جعفر نے انگریزوں  
کے ساتھ ساز باز کر کے سراج الدولہ سے غداری کی اور  
اس غداری کے نتیجے میں نواب سراج الدولہ ۲۹ جون  
۱۷۵۷ء کو پلاسی کے میدان جنگ میں جاہم شہادت  
نہیں کر گئے اور اس طرح فرنگی استعمار کے خلاف یہ  
پہلا جہاد آزادی تھا جو نواب سراج الدولہ کی قیادت  
میں پلاسی کے میدان میں لڑا گیا مگر میر جعفر کی غداری کی  
وجہ سے کامیاب نہ ہو سکا۔

### حج بدل کون کرے؟

سوال: عام طور پر یہ مشہور ہے کہ جس شخص نے اپنا  
حج کیا ہو دوسرے کی طرف سے حج بدل کر  
سکتا ہے۔ کیا شرعیاً یہ ضروری ہے؟

محمد سلیمان ○ لاہور

جواب: امام شافعیؒ کے نزدیک حج بدل کے لیے یہ  
شرط ہے کہ وہی شخص دوسرے کی طرف سے حج بدل کر  
سکتا ہے جس نے پہلے اپنا حج کیا جو اگر امام ابوحنیفہؒ  
کے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے اور ان کے نزدیک وہ  
شخص بھی دوسرے کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے جس  
نے پہلے اپنا حج نہیں کیا البتہ علامہ شامیؒ اور دالمستار



## قرآن معجزہ جاوہاں

تصنیف ڈاکٹر احمد دیات

اردو ترجمہ عنایت اللہ

ناشر محمد اسلم عظیم منصور پوری

صفحات ۱۲۳

پٹنہ کا پتہ "الکتاب و السنۃ" لاہوری چوکیاں سٹی

ضلع قصور

جناب ڈاکٹر احمد دیات مسیت کے موضوع پر عالمی شہرت کے حامل محقق اور مناظر ہیں۔ انہوں نے نامور بیانی علماء کے ساتھ مناظروں میں اسلام کی حقانیت اور بائبل کے محرف ہونے پر ناقابل تردید دلائل و شواہد پیش کر کے اہل علم سے خراجِ تحسین وصول کیا ہے اور ان موضوعات پر متعدد کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔

زیر نظر کتابچہ میں ڈاکٹر احمد دیات نے قرآن کریم کے معجزہ ہونے پر ریاضی کے حوالے سے بحث کی ہے اور اعداد و شمار کے فارمولوں کے ذریعہ قرآن کریم کے اعجاز کے ایک نئے پہلو کو متعارف کرانے کی کوشش کی ہے۔

قرآن کریم بلاشبہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا اور معجزہ ہے اور اس کے اعجاز کے متنازع پہلوؤں پر بحث و تمحیص کا سلسلہ اہل علم کے اٹھ صدیوں سے جاری ہے اور اعداد و شمار کے حوالے سے یہ کوشش بھی اسی علمی بحث کا ایک حصہ ہے لیکن "اشریعہ" کے گذشتہ شمارہ میں

محترم جناب پروفیسر نظام رسول عدیم کے مفصل مضمون کے ذریعہ ہم یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ قرآن کریم کے عددی اعجاز کی یہ بحث بوجہ عملی نظر اور پُر از خطر ہے بالخصوص اس کا یہ پہلو بطور خاص قابلِ توجہ ہے کہ ۱۹ کے عدد کے حوالے سے قرآن کریم کے عددی اعجاز کی یہ بحث امریکہ کے ڈاکٹر رشاد خلیفہ نے شروع کی ہے جس کا محترم ڈاکٹر احمد دیات نے زیر نظر رسالہ میں جا بجا حوالہ دیا ہے اور قارئین کو ڈاکٹر رشاد خلیفہ کے مضامین کے مطالعہ کا مشورہ بھی دیا ہے جبکہ ڈاکٹر رشاد خلیفہ کا اپنا حال یہ ہے کہ اس نے ۱۹ کے اسی عددی فارمولا کی بنیاد پر نہ صرف احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غلط قرار دے کر معاذ اللہ انہیں ناقابلِ اعتبار ٹھہرایا ہے بلکہ قرآن کریم کی بعض آیات کو بھی احماتی قرار دینے کی جسارت کر ڈالی ہے پھر اسی پر بس نہیں بلکہ ڈاکٹر رشاد خلیفہ نے خود رسول ہونے کا دعویٰ کیا اور سالِ رواں کے آغاز میں قتل ہو گیا۔ اسی پس منظر میں ہمارے نزدیک قرآن کریم کے "عددی اعجاز" کی یہ بحث خطرات سے خالی نہیں ہے اور ہماری معلومات کے مطابق خود ڈاکٹر احمد دیات بھی اس سے رجوع کر چکے ہیں۔ اس لیے جو ادارے یا حضرات اس قسم کے مضامین شائع کر رہے ہیں ان کے ذہنی جذبہ کا اعتراف اور احترام کرنے کے باوجود ہم انہیں نملسانہ مشورہ دینے کے کردہ "عددی اعجاز" کے خوشنما کیسول میں بند قرآنی آیات اور احادیثِ نبویؐ کے انکار کے اس زہر کو مزید پھیلانے سے گریز کریں۔ امید ہے کہ متعلقہ حضرات اور ادارے ہماری اس گزارش پر بخیرگی کے ساتھ غور فرمائیں گے۔

شمالی علاقوں کی ایسی حیثیت اور مسئلہ کشمیر

مہتاب تنظیم تحفظ اٹنی حقوق شمالی علاقہ جات

پلوڈوں کی افادیت و ضرورت پر بحث کی ہے۔ نئے تعلیم یافتہ نوجوانوں میں اس رسالہ کی اشاعت و تقسیم بہت زیادہ مفید ہوگی۔

### مقام نبوت کی عجمی تعبیر کا تعاقب

انادات استاذ العلماء مولانا عبدالقیوم ہزاروی  
ترتیب مولانا حافظ عزیز الرحمن ایم اے ایل ایل بی  
صفحات ۸۰ کتابت و طباعت عمدہ  
قیمت ۱۲/- روپے  
منے کا پتہ عید اللہ انور اکادمی، مین بازار ٹیکسلا

حضرات صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے جہاں احسان سلوک کے میدان میں مسلمانوں کے ایک بڑے حصہ کو اللہ رب العزت کے ذکر اور عبادت و مجاہدہ سے باز رکھ کر کے تزکیہ نفوس کی سنت نبوی کو ہر دور میں زندہ رکھا ہے وہاں فلسفہ و کلام کی جولانگاہ بھی ان کے رہبانہ فکر کے لیے غیر باز نہیں رہی اور انہوں نے وجود باری تعالیٰ اور تخلیق کائنات کے حوالے سے ہونے والے فلسفیانہ بحث کی سنگلاخ وادیوں میں بارہ پیمائی کر کے اسی زبان میں اسلامی عقائد کی جس کا یہاں کے ساتھ تشریح کی ہے اس نے اسلامی عقائد کے خلاف مختلف حلقوں کی طرف سے ہونے والی فلسفیانہ لیغارا رخ موڑ کر رکھ دیا ہے۔

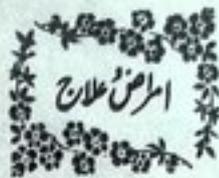
حضرات صوفیائے کرام قدس اللہ اسرارہم نے فلسفہ کائنات پر بحث کے دوران مختلف فلسفیانہ مکاتب فکر کا سامنا کرتے ہوئے بعض مقامات پر انہی کی زبان اور اصطلاحات کا کام لیا اور متعدد نئی اصطلاحات بھی اختیار کیں جو انہی کو عام ذہنوں کے دائرہ میں لانے کے لیے ضروری تھیں یہ اصطلاحات ان ذہنوں کے لیے اجنبی اور نامانوس ثابت ہوئیں جنہیں ان باحث کی گہرائی اور اہمیت کا (باقی صفحہ پر)

منے کا پتہ: جامعہ اسلامیہ سیٹلاٹ ہاؤس اسکروڈ گلگت قبستان، دیار اور دیگر ملحقہ علاقوں پر مشتمل شمالی علاقہ جات کی آئینی حیثیت اس وقت قومی سیاسی حلقوں میں موضوع بحث ہے اور بعض خطے مسلسل اس گزشتہ میں کرشالی علاقہ جات کو پاکستان کا باقاعدہ آئینی حصہ قرار دے کر اپنی تجویزوں کو پیش کر رہے ہیں جبکہ دوسرے حلقوں کا نقطہ نظر یہ ہے کہ یہ علاقہ تاریخی طور پر کشمیر کا حصہ ہیں اور مسئلہ کشمیر سے تعلقہ بین الاقوامی دستاویزات میں بھی شمالی علاقہ جات کو کشمیر کا حصہ تسلیم کیا گیا ہے اس لیے اس خطہ کو آئینی طور پر پاکستان کا حصہ قرار دینے سے مسئلہ کشمیر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔ ان حلقوں کی تجویز یہ ہے کہ شمالی علاقہ جات کو آزاد کشمیر کی اسٹیبل اور حکومت میں نانڈنگ سے کرنا اور کشمیر پریم کرٹ وائی کرٹ کا دائرہ شمالی علاقہ جات تک وسیع کر دیا جائے تاکہ اس خطہ کے عوام کو سیاسی اور قانونی حقوق بھی حاصل ہو جائیں اور مسئلہ کشمیر کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے۔ زیر نظر رسالہ میں اس نقطہ نظر کی تفصیل کے ساتھ وضاحت کی گئی ہے جس کا مطالعہ موضوع سے دل چسپی رکھنے والے حضرات کے لیے مفید ہوگا۔

### مرد مومن کا مقام اور ذمہ داریاں

از مولانا عبدالقیوم حقانی  
ناشر مؤثر المنصفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خشک پشاور  
کتابت و طباعت عمدہ صفحات ۲۶  
قیمت ۵/- روپے

زیر نظر رسالہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خشک کے فاضل استاذ اور معروف صاحبِ قلم مولانا عبدالقیوم حقانی کی بعض تعابیر کا مجموعہ ہے جس میں انہوں نے موجودہ دور میں ایک باشمع مسلمان کی ذمہ داریوں اور اسلامی نظام کے مختلف



تحریر: حکیم قاری محمد عمران مغل بی اے  
درجہ اول مستند لاہور

# ذیابیطس کے اسباب

## اور علاج

سابقہ کے ذریعہ جگر میں پیچ کر ایک قسم کی شکر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اسے گلائی کو جن یا شکر انگریزی کہتے ہیں۔ یہ شکر جگر میں جمع رہتی ہے اور بوقت ضرورت تھوڑی تھوڑی خون میں مل کر حرارت بنی پیدا کرتی رہتی ہے پھر اس شکر کا کچھ حصہ مصلحت میں بھی موجود رہتا ہے مگر حرکت کی وجہ سے ایک گیس جسے کاربانک کہتے ہیں اور کچھ حصہ پانی کا بنتا ہے۔ اب پانی تو پسینہ کے ذریعے خارج ہو جاتا ہے اور گیس تنفس کے ذریعہ خارج ہوتی رہتی ہے۔ اس طرح شکر کا یہ نامرول بھی ذہن میں آیا کریں۔ پانی اور کاربن کا مرکب ہے۔ چنانچہ شکر کو لوہے کے برتن میں گرم کریں تو اس کا پانی مل کر اڑ جائے گا اور کوئلہ کاربن کی شکل میں رہ جائے گا۔ یہی عمل ہمارے بدن میں قدرت نے بانقراس کے ذریعہ لگا دیا۔ بانقراس سے جو رطوبت نکلتی ہے خون میں شامل ہو کر اس کا نظام ٹھیک رکھتی ہے۔ چنانچہ بانقراس یا اس سے نکلنے والی ارمون میں خرابی ہوگئی تو شکر گردوں سے آتی شروع ہو جاتی ہے۔ یہی عمل شوگر کہلاتا ہے۔

اگر جگر کا عمل خرابی سے دوچار ہو جائے تو بھی شوگر کا مرض لاحق ہوگا کیونکہ شکر انگریزی یعنی گلائی کو جن کو جگر اپنے اندر جمع رکھتا ہے جب جگر کا عمل خراب ہوگا تو شوگر بہت پیشاب سے خارج ہونا شروع ہوگی۔

دماغ کا ایک خاص مقام ہے جسے طب کی زبان میں بعض چارم کہتے ہیں اگر سونے چھوئی جائے تو شوگر لانا شروع

یعنی پیشاب میں شکر آنا، درنہاںج  
ذیابیطس جڑوں کے درد بوا سیرخونی وغیرہ  
کے مریض آج کل کثرت سے دیکھنے میں آ رہے ہیں۔ یہ امراض  
پہلے بھی تھے مگر حیرانگی اس بات کی ہے کہ جدید دور میں  
ایک ایک پہلو پر سینکڑوں ملک تین اور ڈاکٹرز یا سائنس دان غور  
فکر کر رہے ہیں مگر یہ امراض

مگر مرض بڑھتا گیا جن جنوں دوا کی  
کی عکاسی کر رہے ہیں۔ ذیابیطس اور بلڈ پریشر کھیل دھالے  
پاکستان میں تیزی سے پھیلے اور بجائے ختم ہونے کے اپنے  
ساتھ ایک اور عذاب ایڈز کی شکل میں لائے۔ ذیابیطس کا  
ذکر ہم کتب میں نہایت پاکیزگی سے قلم ہے۔ قدامتے کیا  
عقل اور فکر کی خوردبین سے اس کے ہر پہلو روشنی ڈالی ہے۔  
الہا قدیم کا یہ معینہ مسلک اور اسوہ حسنہ رہا ہے کہ انہوں نے  
ہر مرض کے سبب کو تفصیل سے مخلوق خدا کے سامنے پیش کیا  
پھر علامات کو لکھ کر بال کی کھال تک آتاری مثلاً شوگر کی زکیر  
خارج ہوتی ہے۔ قدامتے غدد لعابیہ، بانقراس، جگر اور  
دماغ کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ غدد لعابیہ کا یہ فائدہ  
ہے کہ جو غذا کھائی جاتی ہے اس سے نشاستہ کے اجزاء  
میں تبدیلی ہو کر شکر کی صورت اختیار کئے جسے بدن بننے  
کے قابل ہوتی ہے جسے مالٹوز کہا جاتا ہے۔ پھر یہ نشاستہ  
سے ہوتا ہوا انتھراں میں پہنچتا ہے وہاں بانقراس سے یہ قسم  
کے غیر متعلق ہیں جس سے یہ باریک ترین رگوں (عروق یا

ہو جاتی ہے۔ اس مقام کو شوگر چمک کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مقام کا تعلق جگر کے ساتھ اعصاب کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اس حصے میں چوٹ بھی گنے سے شوگر آنا شروع ہو جاتی ہے سوجہ یہ ہے کہ جگر کی گلیں کشادہ ہو کر جگر میں خون زیادہ پہنچتا ہے جس سے جگر اپنا کیمیائی عمل نہیں کر سکتا اور شوگر آنا شروع ہو جاتی ہے۔ کبھی جگر کلاہ گردہ یا امعاء پر چوٹ لگ جائے تو بھی شوگر آ جاتا ہے۔ اس کی پانچ بڑی علامات قدیم حکماء نے بیان فرمائی ہیں ① پیشاب کی کثرت ② شکر کا آنا ③ پیاس کی شدت ④ بھوک کی زیادتی ⑤ جسم کا لاغر ہوتے جانا، اس کا انجام کارسل ہی ہوا کرتا ہے۔

**علاج**

غذائیں مراد شکریرہ و نشاستہ موقوف کر دیں۔ ہر قسم کا گوشت خوب کھائیں۔ بقراط کا یہ زریں قول ہے کہ کسی عضو خاص کا استعمال اس عضو کو قوت بخشتا ہے چنانچہ ایڑھیتی میں اسی اصول کے تحت انفرین کا انجکشن لگایا جاتا ہے جو بالقراس (لیبلہ) کے اجزاء سے تیار کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ طب یونانی اور ایڑھیتی دونوں میں انفرین کے مرکبات پر متفق ہیں اس لیے انفرین کا جوہر کوڈن قابل تعریف خیال کیا جاتا ہے مگر طب یونانی میں اس کا بالکل معمولی استعمال بتایا گیا ہے۔ یہی حال جامن کا ہے۔ ہم تو عساری جامن استعمال کرتے ہیں۔ اسی کو ڈاکٹر حضرت ایکٹر کیٹ جیل لیکوئیڈ کی شکل میں مرین کے لیے اکسیر خیال کرتے ہیں۔ ڈایا مین کا جزو اعظم یہی جامن ہی ہے۔

زل میں ایک نسخہ جو ہر صفت موصوف ہے خلق خدا کی بسود کے لیے پیش خدمت ہے بنائیں اور مخلوق خدا کو فائدہ پہنچائیں۔  
① صواشانی، گوشتک برگ جامن خستہ جامن،

اصل السوس مقشر، صمغ عربی، کثیرا، تخم نیلوفر، گاد زبانی، گل سرخ، گل ارمنی، انار کے پھول، تخم خشخاش سفید، ضدل سفید، کشتہ قلعی، کشتہ مرجان، مرداریدہ تاسفہ۔ یہ تمام ایک ایک نزلہ انفرین خالص دو ماشہ۔ سب کو سفوف بنا کر چھ ماشہ خوراک صبح یا شام ہمراہ پانی کھائیں۔

② اگر فی الحال پیشاب کی زیادتی ہے اور شوگر کی بیماری ابتدائی حالت میں ہے تو صرف مرل کا سفوف بنا کر (یعنی اس کے بیج) صبح شام تین تین ماشہ دو دوسرے کھائیں۔ فوری طور پر پیشاب رک کر شوگر کو بھی افادہ ہوگا۔

③ نالی گرامی اطباق یہ بوٹیاں استعمال کر کے فائدہ اٹھا رہے ہیں، جامن، گرٹاروٹی، کرلیا، بیڑے، ہلدی، نشتر کے پتے اور بوٹی سدابہار۔

مزید معلومات کے لیے جوابی لفافہ حکیم قاری محمد عمران، ماہنامہ الشریعہ مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ کے پتے پر لکھیں۔

**لفافہ اسلام کے لیے علماء و طلبہ کی ذہن سازی کے مرکز**

|                                  |                 |                       |
|----------------------------------|-----------------|-----------------------|
| زیر سرپرستی                      | الشریعیہ اکیڈمی | زیر انتظام            |
| شیخ الحداد مولانا محمد رفیع صاحب | گوجرانوالہ      | مولانا زاہد اللہ شادی |

کی تعمیر کے لیے گوجرانوالہ شہر میں جمیٹی۔ روڈ پر قطعہ چنڈیانی پور چوک کے قریب ایک پلاٹ کا سودا کیا گیا ہے جہاں مسجد اور تحفیم القرآن کے مدرسے کے علاوہ علمی و دینی تقریبات کے لیے ہال کی تعمیر کا پروگرام ہے اللہ شاء اللہ العزیز اصحاب خیر اس منصوبہ میں زیادہ سے زیادہ مالی تعاون کر کے اپنے ذخیرہ آخرت میں اضافہ کریں۔

اپنے عملیات حبیب بنیک بازار تھا نیرالہ گوجرانوالہ کے کاؤنٹ نمبر ۱۵۹۹ (بنام مولانا زاہد اللہ شادی) میں جمع کرائیں یا دفتر الشریعیہ اکیڈمی، جامع مسجد میں پہنچا کر رسید حاصل کریں۔

# دینی شعائر کے ساتھ استنزار و تمسخر کا مذموم ارجحان

ڈیلا نلہ کے نام سے غیر جوں کی فلم بنادی، کہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو فلم میں پیش کر دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بگڑیدہ بندوں کے ساتھ استنزار ہے جو کہ بہت ہی قبیح حرکت ہے۔ ہد کی جنگ کو فلم کے ذریعہ پیش کیا۔ ارکان حج فلما ئے گئے اور لوگ خوش ہیں کہ یہ بہت اچھی چیز ہے اس سے ٹیننگ ہوتی ہے اہل اسلام کے لیے رغبت پیدا ہوتی ہے مگر یہ سب یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر شعائر اللہ کے ساتھ کھیلنے کے مترادف ہے یہ کام خود مسلمان انجام دے رہے ہیں جو کہ دین کے ساتھ ٹھٹھا کرنے والی بات ہے۔ تو فرمایا کہ جب تم نماز کی طرف جلتے ہو تو یہ اسکو ٹھٹھا اور کھیل بناتے ہیں ذلک بانہم قوّم لا یعتلّون یہ اسوجہ کر یہ بے عقل لوگ ہیں۔ یہ اچھے اور بُرے میں تمیز کرنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے ورنہ دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں جو شعائر اللہ کی تعظیم نہ کرتا ہو اذان، نماز، حج وغیرہ تو شعائر اللہ ہیں انہی بجز تیرے تو احمق لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ دوسرے مقام پر فرمایا مَنْ یَقْطَعْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوٰی الْقُلُوْبِ جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے اسکا دل تقویٰ سے لبریز ہے اور ظاہر ہے جو تمسخر کرے گا وہ تقویٰ سے بالکل عاری ہوگا۔ امریکہ اور کینیڈا کے یہودیوں نے اسلامی شعائر کو بہت حد تک تشکیک کا نشانہ بنانے کی کوشش کی ہے انھوں نے کپڑے پر کلوٹیر پرنٹ کر دیا۔ ما جس کی ڈبیر پر لکھ دیا تاکہ اسکی بیختری ہو تمہیں کے پھلے جتنے پڑتے اور سی جھاپ دی جو بیٹھنے کے وقت نیچے آجائے۔ ایک پبلیسٹی نے اونٹ کا نام محمد رکھ دیا۔ ایک انگریز نے حضرت علیؑ کو لنگور کے نام سے مہسوم کیا۔ غرضیکہ یہ لوگ اسلام اور اہل اسلام کی توہین، تمسخر اور ٹھٹھا کرنے سے باز نہیں آتے اور مسلمان بھی انکی دیکھا دیکھی اس دوش پر چل نکلے ہیں یہ بے عقل لوگ ہیں۔

استنزار کی بیماری اب یہود و نصاریٰ سے نکل کر مسلمانوں میں بھی اچھکی ہے مختلف موضوعات پر کارٹون بنانا، ڈرامے پیش کرنا، نمازیوں کا تمسخر اڑانا اور عبادت کو کھیل کے طور پر پیش کرنا اسکے سوا کیا ہے کہ دین کے ساتھ استنزار ہے۔ حج جیسی بلند عبادت کو فلم کے طور پر پیش کرنا شعائر اللہ سے تمسخر ہی تو ہے صد ایوب کے زمانے میں دوزخ امر مشرق میں پڑھا تھا کہ مظفر زلالا نامی فلم کھیر کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو اس نے اس بچے کے کان میں مرغ کی اذان دلوائی۔ نوموود کے کان میں اذان کہنا سنت ہے مگر اس شخص نے اس سنت کا مذاق اڑایا اسی طرح لافنگ گیری والوں نے ڈرامے کو استنزار کا نشانہ بنایا ہے حالانکہ ڈرامے سنت انبیاء ہے جو خود تارک سنت ہے اسے خود کم از کم سنت کا مذاق تو نہیں اڑانا چاہیے پہلی صدی ہجری کا واقعہ ہے کہ گورنر عباد خراسان کے سفر پر روانہ ہوا تو اس کے ساتھ ایک مزہب پٹ شاعر بھی تھا، چلتے وقت عباد کی لمبی ڈرامے خوب ہلتی تھی اس پر شاعر نے مزاحیہ شعر کہہ دیا۔ گورنر کو علم ہوا تو اس نے شاعر کو سخت سزائے کی اور اسے پانچ ماہ تک پتھرے میں بند رکھنے کی سزا دی گورنر اگرچہ خود زیادہ عادل تو نہیں تھا لیکن اس نے ڈرامے کی توہین کو برداشت نہ کیا۔ وہ شعر یہ تھا۔

الالیت اللھی کانت حشیشا

فنعلفھا خیول المسلمین

ترجمہ: کاش یہ ڈرامے لگھا س ہوتیں تو ہم انہیں مسلمانوں کے گھوڑوں کو کھلاتے۔

یہودیوں کا یہ خاص شیوہ ہے کہ وہ اسلام اور اہل اسلام کی تشکیک کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے انھوں نے سیمین ایڈ

